احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جولائی 2020ء

تقویٰ کے معانی و مفاہیم

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کا علمی و فکری اور تربیتی خصوصی خطاب

قربانی کی فضیلت و اہمیت

قدوۃ الاولیا حضور پیر سید طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادیؒ

اخلاق و اوصافِ حمیدہ

منہاج یوتھ لیگ کے زیر اہتمام 20 روزہ سوشل میڈیا ورکشاپ سے

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کی خصوصی گفتگو

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضان نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

زیر نگرانی
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

جلد: 34 شمارہ: 6 | ذوالقعدہ / ذوالحج ۱۴۴۱ھ | جولائی 2020ء

چیف ایڈیٹر نوراللہ صدیقی

ایڈیٹر محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر محبوب حسین

ایڈیٹوریل بورڈ
محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی
محمد رفیق نجم

مجلس مشاورت
خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم
جی ایم ملک، تنویر احمد خان، سرفراز احمد خان
منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی

قلمی معاونین
مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، پروفیسر محمد نصراللہ معینی
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، علامہ شہزاد مجددی، محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر محمد اشفاق انجم گرافکس عبدالسلام
خطاطی محمد اکرم قادری عکاسی قاضی محمود الاسلام

حسن ترتیب

اداریہ: کورونا وائرس کی وباء اور شیخ الاسلام کے آن لائن لیکچرز	چیف ایڈیٹر	3
القرآن: تقویٰ کے معانی و مفاہیم	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
دورۂ علوم الحدیث (نشست دوم، حصہ اول)	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	14
الفقہ: قربانی کی فضیلت و اہمیت	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	19
قدوۃ الاولیاء حضور پیر سیدنا طاہر علاؤالدین القادریؒ	خصوصی تحریر	23
ڈاکٹرز اور پروفیسرز کے اجلاس سے شیخ الاسلام کا آن لائن خصوصی خطاب		28
قرآن و سنت کے تناظر میں سوشل میڈیا ایکٹیوسٹ کیلئے ضابطہ اخلاق	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	31

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ
www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس و سالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 35 روپے
سالانہ خریداری: 350 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک فیصل ٹاؤن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext:128

حمد باری تعالیٰ

دیارِ ہجر میں شمعیں جلا رہا ہے وہی
مجھے وصال کا مژدہ سنا رہا ہے وہی

وہ بے نشاں ہے مگر پھر بھی اپنی قدرت کے
نشاں ہزارہا ہر سُو دکھا رہا ہے وہی

اُسی کی ذات مِری دستگیر ہے ہمہ حال
ہر ابتلا میں مِرا آسرا رہا ہے وہی

ہزار ماؤں کی ممتا سے بھی وہ بڑھ کر ہے
کہ دے کے تھپکیاں ہر شب سلا رہا ہے وہی

نویدِ وصل وہی دیتا ہے فراق کے بعد
بچھڑنے والوں کو پھر سے ملا رہا ہے وہی

سمایا ہے میری رگ رگ میں وہ لہو کی طرح
مِری تمنا مِرا مدعا رہا ہے وہی

قریب تر ہے رگِ جاں سے ذاتِ پاک اُس کی
حریمِ ذات سے مجھ کو بلا رہا ہے وہی

وہ اپنے ذکر سے مہکائے جان و دل میرے
مِرا خرابہ گلستاں بنا رہا ہے وہی

پکارتا ہے مجھے دھیان کے دریچوں سے
مِرے شعور کو نیّرؔ جگا رہا ہے وہی

(ضیا نیّرؔ)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

سلام اس پر خدا کے بعد جس کی شان یکتا ہے
جو ممدوحِ خدائے پاک ہے جو سب کا آقاؐ ہے

سلام اس پر کہ جس نے درد کی دولت عطا کردی
سکھائے جس نے کمزوروں کو آئینِ جواں مردی

سلام اس پر کہ جو مقصودِ عالم جانِ عالم ہے
سلام اس ذاتِ اقدس پر کہ جو ایمانِ عالم ہے

سلام اس پر مٹائی جس نے جسم و جاں کی ناپاکی
منور ہوگیا جس سے ضمیرِ آدمِ خاکی

سلام اس پر کہ جس کا درد نگاہوں کا اُجالا ہے
سلام اس پر دلوں کو جو بصیرت دینے والا ہے

سلام اس پر دیا منشور جس نے امنِ عالم کا
دیا ہے سرکشوں کو درس جس نے لطفِ باہم کا

سلام اس پر کہ دی تعلیم جس نے علم و حکمت کی
سلام اس پر مٹائی جس نے تاریکی جہالت کی

سلام اس پر کہ جس کا نام ہے حصہ عبادت کا
وہ جس کی زندگی آئینہ ہے جُہد و ریاضت کا

سلام اس پر شفاعت جس کی، بخشش کا سبب ٹھہری
وہ جس کی زندگی آئینہ ہے روحِ ادب ٹھہری

سلام اس پر بہارِ زیست ہے جس سے تر و تازہ
لگا سکتا نہیں جس کے کرم کا کوئی اندازہ

(حافظ لدھیانویؔ)

اداریہ

کورونا وائرس کی وباء اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے آن لائن لیکچرز

کورونا وائرس کی وباء نے پاکستان سمیت پوری دنیا میں سیاسی، معاشی، کاروباری زندگی کو معطل کر کے رکھ دیا۔ شاید دنیا کی تاریخ میں یہ واحد بین الاقوامی وباء ہے کہ جس کے بارے میں 21ویں صدی کی جدید سائنسی دنیا علاج اور احتیاطی تدابیر کے ضمن میں بے بس نظر آئی۔ جب سے Covid-19 کے جان لیواء وائرس کی نشاندہی ہوئی اور اس کے جان لیواء ہونے کے تاثر کو تقویت ملی ہے، میڈیا نے خوف کم کرنے کی بجائے اس میں اضافہ کیا اور خوف و ہراس پھیلانے کے اگلے پچھلے تمام ریکارڈ توڑ دیئے۔ بین الاقوامی میڈیا کے خودساختہ اعداد و شمار اور متاثرین کے متعلق رپورٹس سے عام آدمی کے سیاسی، سماجی، نفسیاتی، معاشی مسائل میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ میڈیا مہم نے لوگوں کو ذہنی مریض بنا کر رکھ دیا۔ کووڈ 19 کے وائرس نے صرف سیاست، معیشت اور معاشرت کو ہی اپنی لپیٹ میں نہیں لیا بلکہ پہلی بار اپنی نوعیت کے منفرد مذہبی مخمصوں کو بھی جنم دیا، یہ سارے وہ معاملات تھے جن سے نبرد آزما ہونے کے لئے ذات، جماعت، مذہب اور مسلک سے بالا ہو کر فکری اعتبار سے حکمتِ عملی اختیار کرنے کی ضرورت تھی مگر بدقسمتی سے پاکستان کے اندر فکری ہم آہنگی کے فقدان کے باعث غیر ضروری تنازعات نے جنم لیا اور جو وقت اور وسائل کورونا وائرس کی وباء سے نمٹنے کے لئے بروئے کار آنے چاہئیں تھے وہ بے مقصد بحثوں کی نظر ہوئے۔ 15 مارچ 2020ء کے بعد کورونا وائرس کے ضمن میں یہ بات سامنے آنا شروع ہوئی کہ پاکستان بھی متاثرہ ممالک میں شامل ہے اور اگر فوری ہنگامی اقدامات نہ کئے گئے تو آبادی کا ایک بڑا حصہ کورونا وائرس کا شکار ہوسکتا ہے۔

یقیناً یہ ایک ایسی وباء ہے جس کے لئے ریاستی اور حکومتی سطح پر فیصلوں کی ضرورت تھی مگر حکومت کی پالیسی مکمل لاک ڈاؤن نہ کرنا تھا، اس حوالے سے وزیراعظم عمران خان کا موقف تھا کہ پاکستان ایک غریب ملک ہے، ایک بڑی آبادی یومیہ اجرت پر اپنی گزر اوقات کرتی ہے، مکمل لاک ڈاؤن سے لوگ وائرس سے مرنے سے بچ بھی گئے تو بھوک سے مر جائیں گے۔ اس بیانیے نے ڈاکٹرز، تاجر، عوامی حلقوں اور میڈیا کو ایک دوسرے کے مقابل لا کھڑا کیا۔ بین الاقوامی ہیلتھ ایکسپرٹس اس وباء کی روک تھام کے لئے لاک ڈاؤن کو نسخہ کیمیا قرار دے رہے تھے مگر مکمل لاک ڈاؤن کے حوالے سے حکومتی حلقوں کی سوچ میں یکسوئی کا فقدان تھا۔ اس کشمکش کو دیکھتے ہوئے قائد تحریک منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ہمیشہ کی طرح اپنا قومی کردار ادا کرتے ہوئے سوشل میڈیا کے ذریعے لیکچرز کی سیریز کا آغاز کیا اور رہنمائی مہیا کی۔

شیخ الاسلام نے اپنے ابتدائی لیکچر میں تجویز دی کہ کورونا وائرس کے سب سے بڑے کیریئر خود انسان ہیں۔ کورونا وائرس انسانوں کے ساتھ چلتا ہے اور انسانوں کے ذریعے انسانوں میں منتقل ہوتا ہے، یہ وائرس چھونے سے، سانس لینے سے، مشترکہ اشیاء استعمال کرنے سے ایک دوسرے میں منتقل ہوتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ کرفیو طرز کا مکمل لاک ڈاؤن کر دیا جائے، لوگوں کو باہمی میل جول سے روک دیا جائے تاکہ یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہو سکے۔ انہوں نے تجویز دی کہ اس کے پھیلاؤ کی شدت کو کم کرنا اس سے نجات کا واحد راستہ ہے۔ لاک ڈاؤن ایک یا دو ماہ کی تکلیف ضرور ہے مگر اس کے پھیلاؤ کے نتیجے میں جو مضمرات سامنے آئیں گے، اس سے بچا جا سکتا ہے، چین اس کی سب سے بڑی مثال ہے کہ جس نے سماجی روابط کو مکمل طور پر ختم کر کے اور لاک ڈاؤن کر کے کورونا وائرس سے بڑے پیمانے پر پھیلنے والی تباہی کو روک دیا۔

تاہم حکومت پاکستان اس معاملے میں تذبذب کا شکار رہی، تین مہینے کے بعد کم و بیش وہی نتیجہ برآمد ہوا جس کے بارے میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اپنے تحفظات کا اظہار کر رہے تھے یعنی ہم کورونا وائرس کی وباء کو بھی نہ روک

سکے اور معیشت کو بھی بڑے جھٹکے سے نہ بچا سکے اور اب حکومت سمارٹ لاک ڈاؤن کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ کورونا وائرس کی وباء سے پاکستان سمیت پوری انسانیت کو محفوظ و مامون رکھے اور جلد سے جلد معاملاتِ زندگی بحال ہوں اس وقت کاروبار، سماجی، ثقافتی سرگرمیاں جزوی طور پر اور تعلیمی سرگرمیاں مکمل طور پر معطل ہیں، اس تعطل کی وجہ سے سب سے زیادہ نقصان تعلیمی شعبہ میں ہوا، پرائیویٹ سیکٹر جس کا شرح خواندگی میں اضافہ کے حوالے سے ایک بہت بڑا حصہ اور کردار ہے، وہ سب سے زیادہ مشکل میں ہے، پرائیویٹ سکولز کی عمارات زیادہ تر کرائے پر ہیں، پرائیویٹ تعلیمی شعبہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کے روزگار کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ اس حوالے سے جلد سے جلد لائحہ عمل وضع کرے اور کورونا وائرس کی وباء کی وجہ سے جو تعلیمی سرگرمیاں معطل ہوئیں اور اس کے نتیجے میں پرائیویٹ تعلیمی شعبے کو جو نقصان پہنچا اس کے ازالے کے لئے بھی خصوصی پیکج دے۔ ان تمام پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی مالی مدد ہونی چاہیے جو رجسٹرڈ ہیں اور حکومتی پالیسی کے مطابق تعلیم فراہم کرتے اور فیسیں وصول کرتے ہیں۔ یہ ایک بہترین موقع ہے کہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو ایک سسٹم کے تحت لایا جائے۔ آج حکومت اگر پرائیویٹ تعلیمی شعبے کے ساتھ کھڑی ہوگی تو یقیناً مستقبل میں ریونیو جنریشن کی صورت میں اسے بھی بہت زیادہ فائدہ پہنچے گا۔

یہاں اس امر کا فخر سے اظہار کررہے ہیں کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی بروقت تجاویز اور ہدایات سے منہاج القرآن کے تعلیمی اداروں نے آن لائن تدریسی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور غالباً پرائیویٹ سیکٹر کا یہ پہلا تجربہ تھا جو منہاج یونیورسٹی لاہور، کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز، منہاج گرلز کالج کے پلیٹ فارم پر روبہ عمل آیا اور سیکڑوں اساتذہ نے ہزاروں طلبہ و طالبات کو آن لائن لیکچرز دیئے اور ان کے تعلیمی نقصان کو کم سے کم کیا۔ منہاج یونیورسٹی لاہور کے آن لائن تدریسی کردار کو گورنمنٹ کے متعلقہ اداروں نے بھی سراہا اور والدین اور طلبہ و طالبات نے بھی اس پر اطمینان کا اظہار کیا۔ کورونا وائرس کی وباء کی وجہ سے معاشی زندگی بھی بری طرح متاثر ہوئی، اگرچہ حکومت نے کم آمدنی والے شہریوں کے لئے نقد مالی رقم کا پیکیج دیا لیکن محدود وسائل کے باعث پاکستان کا ہر متاثرہ خاندان حکومت کی اس نقد مالی مدد سے مستفید نہ ہوسکا۔ کورونا وائرس کی وجہ سے سفید پوش خاندان بری طرح متاثر ہوئے، اس صورت حال کے پیش نظر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی خصوصی ہدایت پر منہاج یونیورسٹی لاہور نے ازخود فیسوں میں 10 فیصد کمی کا اعلان کیا اور ہزاروں خاندانوں کو ممکنہ حد تک ریلیف دینے کی کوشش کی گئی۔ اس کے علاوہ بھی مستحق اور ہونہار طلبہ و طالبات کو آؤٹ آف دی وے جا کر بھی فیسوں میں ریلیف دیا گیا۔

کسی بھی قوم کا اجتماعی کردار آزمائشوں اور بحرانوں میں ہی ابھر کر سامنے آتا ہے، الحمدللہ تمام تر مسائل کے باوجود پاکستان کی قوم چیرٹی میں کبھی پیچھے نہیں رہی۔ زلزلہ ہو، سیلاب ہو یا مختلف قسم کی آفات ہوں، یہاں کے مخیّر حضرات معاشی اعتبار سے کمزور خاندانوں کے لئے بڑھ چڑھ کر وسائل مہیا کرتے ہیں، الحمدللہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے بھی تحریک منہاج القرآن کے تمام عہدیداروں، کارکنان اور مخیّر حضرات کو اس بات کی ترغیب دی کہ مستحقین کی مدد کا یہ بہترین وقت ہے، اللہ نے جنہیں وسائل مہیا کئے ہیں وہ ان وسائل میں مستحقین کو حصہ دار بنائیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی اس ہدایت اور ترغیب پر منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن یو کے اور منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن پاکستان نے مل کر شاندار فلاحی کردار ادا کیا اور پاکستان کے ہر بڑے چھوٹے شہر میں مستحقین میں راشن تقسیم کیا جس کی مالیت کروڑوں روپے میں ہے۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن نے بھی بڑھ چڑھ کر فلاحی سرگرمیوں میں حصہ لیا، اس کے علاوہ منہاج القرآن کے تعلیمی ادارے جن میں منہاج یونیورسٹی لاہور، کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز، آغوش آرفن کیئر ہوم بطور خاص شامل ہیں نے پکا پکایا کھانا مستحقین میں تقسیم کیا۔ اللہ رب العزت سے دعا اور استدعا ہے کہ وہ کورونا وائرس کی وباء کو جلد سے جلد ختم کرے اور جلد سے جلد معمولات زندگی بحال ہوں۔ (چیف ایڈیٹر: نوراللہ صدیقی)

تقویٰ کیا ہے؟

نوافل فرائض کا نعم البدل نہیں

فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی خسارہ ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا علمی وفکری اور تربیتی خصوصی خطاب

ترتیب و تدوین محمد یوسف منہاجین...... معاون: محبوب حسین

امام غزالی ''بدایۃ الہدایۃ'' میں تقویٰ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والتقوی، عبارة عن امتثال أوامر الله تعالی، واجتناب نواهيه (غزالی، بداية الهداية، ۱/ ۲)

تقویٰ اللہ تعالیٰ کے اوامر (جن کاموں کو سرانجام دینے کا اس نے حکم فرمایا ہے) کی انجام دہی اور اُس کی نواہی (جن امور سے اس نے منع فرمایا ہے) سے اجتناب کرنے سے عبارت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اوامر کی وضاحت کرتے ہوئے امام غزالی فرماتے ہیں:

اعلم أن أوامر الله تعالی فرائض ونوافل.

(غزالی، بداية الهداية، 1/2.)

اے سالک! اصلاحِ نفس، تربیت اور تصحیحِ احوال کی فکر کرنے والے! جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام (اوامر) کی دو قسمیں ہیں: ۱۔فرائض ۲۔نوافل

فرائض کیا ہیں؟

فرائض سے مراد وہ امور ہیں جن کا ترک کرنا باعثِ عذاب ہوتا ہے۔ امام غزالی فرض کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فالفرض رأس المال، وهو أصل التجارة وبه تحصل النجاة.

فرض راس المال (اصل زر) ہے، یہی اصل تجارت ہے اور اسی کے ذریعے نجات حاصل ہوگی۔

امام غزالیؒ نے فرائض کو اصل زر سے تعبیر فرمایا یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سے اللہ تعالیٰ نے جو جو حقوق فرض کے درجے میں رکھے، وہ اصل زر ہیں۔ مثلاً: پنجگانہ نمازیں ادا کرنا اصل زر ہے۔ اِن میں سے کوئی رہ گئی تو اصل میں خسارہ ہوگیا اور وہ خسارہ آخرت کے حساب و کتاب میں خسارے کا باعث بنے گا۔ اسی طرح ماہِ رمضان المبارک کے روزے، زکوٰۃ اور حج بھی اصل زر ہیں۔

اُخروی نجات اور فلاح کا دار و مدار فرائض کی ادائیگی پر ہے۔ فرائض ترک کر دینے سے نجات کی راہ بند ہو جاتی ہے۔ یعنی جو احکام اللہ رب العزت نے اوامر کے ذریعے مقرر فرما دیئے ہیں، اُن کو بجالائے بغیر نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

نوافل کیا ہیں؟

نفل وہ عبادت ہے جو اختیاری طور پر کی جاتی ہے۔ نوافل میں سنن (سنت مؤکدہ و غیر مؤکدہ) بھی شامل ہیں۔ بالفاظِ دیگر اللہ رب العزت نے جو فرائض اور واجبات اپنے امر کے ذریعے مقرر فرمائے، ان کی تعمیل کے بعد زائد اور اضافی طور پر جو کیا جائے، نوافل کہلاتے ہیں۔

امام غزالی نفل کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

☆ (خطاب نمبر: Fe14، تاریخ: 28 مئی 2019ء، مقام: شہر اعتکاف، لاہور، (ناقل: محمد ظفیر ہاشمی)

والنفل هو الربح وبه الفوز بالدرجات.

نفل، نفع ہے اور اسی نفع سے درجات بلند ہوتے ہیں۔

نوافل، (جن میں سنن بھی شامل ہیں) کی حیثیت یہ ہے کہ یہ فرائض میں پائی جانے والی کمی وکوتاہی کا نہ صرف کفارہ بنتے ہیں بلکہ اُس کمی کو پورا بھی کرتے ہیں۔ نفل فرائض کے درجات بلند کرتے ہیں، ان کو زینت بخشتے ہیں اور فرض عبادت کو اللہ کی بار گاہ میں قبولیت کے لیے قوت وطاقت عطا کرتے ہیں۔

اصل زر اور نفع کا فلسفہ

اصل زر اور نفع کے فلسفے کو سمجھ لیں کہ تجارت میں اگر اصل زر ہی جاتا رہا تو نفع کہاں سے ملے گا؟ تجارت میں جو سرمایہ (investment) لگایا تھا اگر وہ واپس مل جائے، Break even پر آجائیں تو اس کے بعد نفع کا مرحلہ آتا ہے حتی کہ اخراجات (expenses) بھی اُسی میں ڈالتے ہیں۔ اگر اخراجات وصول نہ ہوں تو اصل زر میں نقصان ہوتا چلا جائے گا۔

وہ شخص جس کی زندگی میں فرائض کی کوتاہی ہے، اس کے لیے نفلی عبادات کا کوئی اجر اور فائدہ نہیں ہے۔ ہم نفلی کاموں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں مگر کیا کبھی ہم نے غور کیا کہ اصل فرائض (عبادات میں بھی اور معاملات میں بھی) کی ادائیگی میں ہم کہاں کھڑے ہیں؟

امام غزالی نے واضح کردیا کہ نجات کا مدار اوامر ونواہی کی پابندی کرنے پر ہے۔ فرائض کی بجا آوری کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ جب دوزخ سے نجات عطا کردے گا تو پھر نفل کا کردار شروع ہوگا اور ان نوافل کی وجہ سے جنت میں بندے کے درجات بلند سے بلند تر ہوتے جائیں گے۔ یعنی نوافل کی وجہ سے بندے کے ranks اور گریڈ میں اضافہ ہوتا ہے۔

نفل؛ فرض کا نعم البدل نہیں!

یہ امر بھی ذہن میں رہے کہ نفل کبھی فرض کو Replace نہیں کر سکتے۔ اگر نماز فجر کی دو فرض رکعتیں چھوڑ دیں تو اُس کی جگہ دو ہزار نفل بھی پڑھ لیں تو یہ ان دو چھوڑے ہوئے فرض کا بدل نہیں بن سکتے۔ تمام فرائض اور اوامر کی یہی حیثیت ہے۔ عبادات میں فرائض کے علاوہ اللہ نے معاملات میں بھی فرائض رکھے ہیں جیسے والدین کے حقوق، بیوی بچوں کے حقوق، پڑوسیوں، مریضوں اور تعلق داروں کے حقوق، حتی کہ علم حاصل کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرائض رکھے ہیں جن کا ادا کرنا ہر صورت لازم ہے۔

اوامر میں بھی فرائض ہیں اور نواہی میں بھی فرائض ہیں یعنی وہ واجبات اور فرائض جنہیں ہر صورت ادا کرنے کا حکم ہے، وہ اوامر کے فرائض ہیں اور وہ چیزیں جن سے ہر صورت بچنے کا حکم ہے، وہ نواہی کے فرائض ہیں۔ اگر کوئی شخص نفلی عبادات میں کثرت کرے مگر وہ کام جو اوامر کے دائرے میں آتے ہیں اور جن کا کرنا فرض ہے، ان میں کوتاہی کرے تو اس کی نفلی عبادتیں قابلِ قبول نہیں۔

نواہی (وہ کام جن سے رکنے کا حکم ہے) میں بھی یہی اصول اور قاعدہ ہے۔ ایک شخص اگر لوگوں پر ظلم کرے، دوسرے کا حق کھائے، قتل، چوری، خیانت، رشوت، بددیانتی، نفاق، دوسرے سے دشمنی، دھوکہ، جھوٹ کا مرتکب ہو، یعنی وہ امور جن کا ترک کرنا اُس پر فرض تھا، اِن امور کا مرتکب ہوتا رہا، اب وہ چاہے لاکھ نفلی کام کرتا پھرے، کھانے کھلائے، عمرے کرے، میلاد شریف کا اہتمام کرے، گیارہویں شریف کرے، عرس کرے، تبلیغیں کرے، مسجدیں تعمیر کروائے، الغرض جو چاہے نیکی کے کام کرتا پھرے مگر اس شخص نے چونکہ فرض ترک کردیا اور حرام کا ارتکاب کیا ہے، اس لیے ہزار ہا نفلی کام مل کر بھی اس کا بدل نہیں بن سکتے۔ اِسی لیے امام غزالی نے فرمایا: کہ فرض رأس المال ہے، یہی اصل تجارت اور اصلِ زر ہے، لہٰذا نجات اور فلاح کا مدار بھی اسی پر ہے۔

قربتِ الٰہیہ کا انحصار ادائیگی فرائض پر ہے

فرض اور نفل کی تعریف اور حیثیت کے تعین کے بعد امام غزالیؒ نے درج ذیل حدیث قدسی کو بیان کیا ہے:

قال رسول اللهﷺ: يقول الله تبارک وتعالی: ما تقرب إلی عبدی بمثل أداء ما افترضت عليه. (صحيح بخاری)

اِس حدیث کا غور طلب پہلو یہ ہے کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ جس نے میرا قرب چاہا اُس کو اِتنی قربت کبھی نہیں مل سکتی اور نہ کبھی ملے گی جتنی قربت میرے ان بندوں کو ملتی ہے جو میرے مقرر کردہ فرائض کو ادا کرتے ہیں۔

اوامر و نواہی کے مراتب و ترجیحات

دین اسلام میں اوامر و نواہی کی انجام دہی کے کچھ مراتب و ترجیحات مقرر ہیں۔ ان کو پیشِ نظر رکھنا از حد ضروری ہے۔ ذیل میں ان ترجیحات و مراتب کو ذکر کیا جا رہا ہے:

اوامر	نواہی
فرض	حرام
واجب	مکروہ تحریمی
سنتِ مؤکدہ	اسأت
سنت غیر مؤکدہ	مکروہ تنزیہی
مستحب	خلافِ اولیٰ

مباح

مذکورہ ترجیحات و مراتب سے واضح ہو رہا ہے کہ اگر ایک طرف فرض ہو اور دوسری طرف نفل ہو تو نفل کو چھوڑ دیں گے اور فرض کو ادا کریں گے۔ اسی طرح ایک طرف سنت ہو اور ایک طرف نفل تو نفل چھوڑ دیں گے اور سنت کو ادا کریں گے۔ اسی طرح ایک طرف سنت ہو اور ایک طرف فرض ہو تو سنت کو چھوڑ کر فرض کی طرف جانا ہوگا۔ یعنی عام معمولاتِ زندگی میں ایک عمل سنت اور دوسرا فرض ہے تو سنت کے ترک کرنے سے گناہ نہیں ہوگا، فرض کے ترک کرنے سے گناہ ہوگا۔ اسی طرح ایک طرف نفل ہو اور دوسری طرف فعلِ مباح ہو تو پھر مباح کو چھوڑ دیں گے اور نفل کی طرف جائیں گے۔ نفل کا درجہ مباح سے بلند ہے۔ ترجیحات کی فہرست میں مباح گراؤنڈ/زمین ہے، کرلیا تب بھی کوئی حرج نہیں اور نہ کریں تب بھی کوئی حرج نہیں۔ بہت سے ایسے کام ہیں جو ہم روزمرہ زندگی میں انجام دیتے ہیں جیسے پہننا، کھانا پینا، رہن سہن، لین دین کے معاملات اور اس طرح کے بہت سے افعال اور اعمال ہیں جو مباح کے درجے میں آتے ہیں۔ یعنی محض جائز ہیں، جن کے کرنے کی اجازت ہے۔ یعنی کریں تو ثواب کوئی نہیں اور نہ کریں تو گناہ کوئی نہیں۔ مثلاً: شلوار، قمیص پہن لیں یا پینٹ کوٹ، نہ اُس کے پہننے میں گناہ ہے اور نہ اِس کے پہننے میں ثواب ہے۔ یعنی اِن میں کوئی ایک لباس بھی سنت کے دائرے میں نہیں آتا۔ اسی طرح کھانے پینے میں سونا چاندی کے علاوہ جس طرح کے برتن چاہیں استعمال کرلیں، کوئی ثواب و گناہ نہیں۔ الغرض ضروریات زندگی کی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو مباحات کے دائرے میں آتی ہیں۔

اِن مباحات میں کوئی ایسا پہلو نہیں کہ جس کا اجر و ثواب ملے گا کیونکہ ان کا تعلق ضرورتوں، حاجتوں، سہولتوں اور پسند سے ہے لیکن اگر اِن کے مقابلے میں کوئی ایسی چیز ہو جس کے اندر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا کوئی اشارہ ملے کہ اِس کا کوئی اجر وثواب ہوگا تو وہ چیز یا عمل مباح سے ایک درجہ بلند ہوجائے گی اور نفل یا مستحب کے درجے میں چلی جائے گی۔ اس عمل کو کرلیں گے تو ثواب ہوگا، نہیں کریں گے تو گناہ نہیں ہوگا۔

اسی طرح مستحب سے اوپر کے درجات میں سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ ہے۔ احناف کے نزدیک سنتوں سے اوپر واجب کا درجہ ہے مگر شوافع کے نزدیک فرض اور واجب ایک ہے۔ پھر واجبات سے اوپر فرائض ہیں۔ لہذا مباح سے لے کر فرائض تک جتنے بھی درجات آتے ہیں، معاملات، اعمال، عبادات میں سے جب دو چیزیں آپس میں ٹکرائیں تو نچلے درجے کی چیز کو چھوڑ کر اُوپر والے درجے کی طرف جاتے ہیں۔

شریعتِ اسلامیہ میں عبادات، معاملات، اوامر و نواہی، فرائض اور نوافل کی بجا آوری میں کچھ آداب کارفرما ہیں، جن کو آدابِ شریعت کہتے ہیں۔ اِنہی آداب کو ملحوظ رکھنے سے تقویٰ وجود میں آتا ہے۔ مذکورہ مراتب اور ترجیحات کو ملحوظ رکھنا بھی آدابِ شریعت میں شامل ہے۔

حقیقتِ قرب اور اس کی اقسام

صوفیاء، اولیاء اور عرفاء نے قرب کی دو اقسام بیان کی ہیں:

۱۔ قربِ فرائض　　　　۲۔ قربِ نوافل

وہ قرب جو فرائض کی بجا آوری کے نتیجے میں بندے کو حاصل ہوتا ہے، قربِ فرائض کہلاتا ہے۔ وہ قرب جو نوافل کی بجا آوری کے نتیجے میں بندے کو حاصل ہوتا ہے، قربِ نوافل کہلاتا ہے۔ گویا فرائض و نوافل دونوں کے نتیجے میں بندوں کو اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے مگر قربِ فرائض کا درجہ قربِ نوافل سے اعلیٰ اور بلند ہے۔ مذکورہ حدیثِ قدسی کے پہلے جملے کا اصل معنیٰ یہی ہے۔

اللہ کی بارگاہ میں قربت کی راہ فرائض کی ادائیگی سے کھلتی ہے۔ اگر فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی رہ جائے تو نوافل مل کر بھی اُس بارگاہ کی قربت کا دروازہ نہیں کھول سکتے۔ فرائض کا چونکہ درجہ بلند ہے اِس لیے اُن سے حاصل ہونے والے قرب کا مرتبہ بھی بلند ہے۔ جب فرائض و نوافل دونوں اکٹھے ہو رہے ہوں تو پھر کہا جاتا ہے کہ جمع بین القرب الفرائض والنوافل۔ پھر فرائض کے قرب اور نوافل کے قرب دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ حدیث قدسی کے دوسرے حصے میں فرمایا:

ولا یزال عبدی یتقرب إلی بالنوافل حتی أحبه، فإذا أحببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها (صحیح بخاری)

’’جب کوئی بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب چاہتا ہے تو میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اسے اپنا حبیب بنا لیتا ہوں تو میں اس کی سماعت (شنوائی) بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کی بصارت (دید) بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کام لیتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔‘‘

جب بندہ فرائض ادا کرے اور فرائض کی ادائیگی میں کسی سمت سے بھی کوتاہی، غفلت، کمزوری اور لاپرواہی نہ رہے اور فرائض جمیع احکام و آداب کے ساتھ کما حقہ ادا ہوجائیں تو اس کے بعد نفل شمار کیے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ اس نے فرائض کے ذریعے اپنا اصل زر پورا کرلیا تھا اور بنیادی قرب کا دروازہ کھول لیا تھا لہٰذا اب جو نوافل وہ ادا کرے گا، اُس کے ساتھ اُس کے تقرب میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اُس کی یہ قربت اس قدر بڑھتی چلی جائے گی حتی کہ وہ مقام آجاتا ہے کہ جب اللہ فرماتا ہے کہ میں بندے کے ساتھ محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور پھر میں اُس کے کان، آنکھ، زبان، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں۔ اُس شخص کے بولنے، چلنے، دیکھنے، سننے کی حفاظت کرتا ہوں۔ اللہ رب العزت کا نور اُس بندے کی سماعت، بصارت، گرفت، کلام، گفتگو، دل میں چمکنے لگ جاتا ہے۔ حتی کہ اُس کے ظاہر و باطن میں اللہ کا نور سما جاتا ہے۔

اِس حدیث مبارکہ کے ایک ایک لفظ پر مفصل کلام ہوسکتا ہے مگر اس موقع پر موضوع کی مناسبت سے خاص نکتہ یہ کہ مذکورہ بالا سب فیض اُسی کو ملتا ہے جو زندگی میں سب سے پہلے عبادات و معاملات کے تمام فرائض بجا لاتا ہے۔

مراقبہ ومحاسبہ کی ضرورت

زندگی میں کچھ فرائض ایسے ہیں جو ہم نظر انداز کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً کسی کی دل آزاری نہ کرنا، دوسروں کی عزت و تکریم کرنا، دوسروں کے جذبات کا خیال کرنا، سچ بولنا، دھوکہ نہ دینا، امانت میں خیانت نہ کرنا، دیانت داری، وفاداری سے کام کرنا، یاد رکھیں کہ یہ امور نوافل نہیں بلکہ فرائض ہیں۔ ہم زندگی میں اس طرح کے بے شمار معاملات میں بہت سارے فرائض میں کوتاہی کرتے ہیں، ان امور سے لاپرواہی برتتے ہوئے انہیں نظر انداز کرتے ہیں اور اُنہیں اہمیت ہی نہیں دیتے۔ اس کے برعکس بہت سے نفلی کاموں میں بڑی دلچسپی کے ساتھ رات دن لگن کے ساتھ کام کر رہے ہوتے ہیں۔ اِس سے ہماری زندگی کے اندر نیکیوں کا بیلنس خراب ہوجاتا ہے۔ یعنی ایک طرف ہم نفع کمانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر دوسری طرف اصل زر میں نقصان ہوتا چلا جا رہا ہے۔

اِس عمل سے متعلق امام غزالیؒ خبردار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولن تصل أیها الطالب إلی القیام بأوامر الله تعالی إلا بمراقبة قلبک وجوارحک فی لحظاتک وأنفاسک، حین تصبح إلی حین تمسی.

اے طالب! تو اللہ کے احکام کی بجا آوری کی منزل کو اس وقت تک نہیں پاسکتا جب تک اپنے دل اور ظاہر وباطن کا

ہمہ وقت مراقبہ نہ کرلے۔صبح سے شام تک اپنے ہر ہر لمحے اور ہر ہر سانس کی نگرانی کر۔

جب تک بندہ ہمہ وقت اپنے دل اور اپنے ظاہر و باطن کی Monitoring اور محاسبہ نہ کرے، اس پر نگاہ نہ رکھے، اُس وقت تک اللہ کے اوامر کی کماحقہ بجا آوری ممکن نہیں۔

جب ہم اپنے حالات اور لمحات کی نگرانی میں کوتاہی کرتے ہیں تو وہیں سے نا فرمانی کے راستے کھلتے ہیں اور فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی ہوتی ہے۔ جب بندہ خود اپنا نگران بن جائے تو اس کے اعمال، احوال اور افعال درست سمت میں گامزن ہوجائیں گے۔

پھر فرماتے ہیں:

فاعلم أن الله تعالی مطلع علی ضمیرک، ومشرف علی ظاهرک وباطنک، ومحیط بجمیع لحظاتک، وخطراتک، وخطواتک، وسائر سکناتک وحرکاتک؛ وأنک فی مخالطتک وخلواتک متردد بین یدیه

جان لے! تو اپنے ظاہر و باطن کی نگرانی کر یا نہ کر مگر تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ اُس کی نگرانی فرما رہا ہے۔یعنی اگر ہم اپنے ظاہر و باطن کے احوال کی نگرانی نہیں کر رہے تو ہماری نگرانی نہ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اب کوئی اور نگاہ نہیں ڈال رہا اور ہم بچ گئے۔نہیں، بلکہ ہمارا ہر لمحہ، ہر قدم، ہر حرکت، ہر سکون اور جو کچھ ہمارے دلوں اور ذہنوں میں آرہا ہے، ہماری جمیع حرکات وسکنات کی اللہ رب العزت خودنگرانی فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ. (المومن، ۴۰: ۱۹)

’’وہ خیانت کرنے والی نگاہوں کو جانتا ہے اور (ان باتوں کو بھی) جو سینے (اپنے اندر) چھپائے رکھتے ہیں‘‘۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی. (طہ، ۲۰: ۷)

’’وہ تو سر (دلوں کے راز) اور اخفیٰ (سب سے زیادہ مخفی بھیدوں) کو بھی جانتا ہے‘‘۔

جب اللہ رب العزت سے کچھ مخفی نہیں تو ضروری ہے کہ جس پر اللہ کی نگاہ پڑ رہی ہے، بندہ اُس کو درست کرے۔

تقویٰ کا خوبصورت ترین معنی

امام غزالیؒ مزید فرماتے ہیں:

واجتهد ألا یراک مولاک حیث نهاک، ولا یفقدک حیث أمرک

اس امر میں محنت کر کہ تیرا رب تجھے اُس جگہ نہ دیکھے، جس جگہ موجود ہونے سے اُس نے تجھے منع کیا تھا یعنی جہاں تیرا رب نہیں چاہتا کہ تو وہاں حاضر ہو، وہاں تو اُس کو نظر نہ آئے اور جہاں وہ چاہتا ہے کہ تو حاضر و موجود ہو، وہاں سے مفقود اور غیر حاضر نہ ہو۔

امت مسلمہ کا ہر فرد جو اپنی اصلاح کا فکر مند ہے، اُس کے لیے امام غزالی کا یہ جملہ رہنمائی کا فریضہ ادا کرتا ہے۔ یہ جملہ تقویٰ کی روح اور مغز ہے۔ جس شخص نے اس فکر کو اپنے اندر بٹھا لیا اور اپنی زندگی اِس فکر کے مطابق ڈھال لی تو اُس نے تقویٰ کی روح کو پا لیا۔ جب بندہ اپنا محاسبہ اِس طریق سے کر لیتا ہے تو پھر اپنے جمیع اعمال کو دیکھتا ہے حتی کہ اپنے کھانے پینے، نشست و برخاست، رہن سہن، اوڑھنا بچھونا، سکوت و کلام ہر حوالے سے اپنا محاسب بنتا ہے کہ اللہ مجھے کہاں اور کس حالت میں دیکھنا چاہتا ہے۔

ایک طرف اللہ چاہتا ہے کہ میں اپنے بندے کو نیک کام کرتا ہوا، رزق حلال کماتا ہوا، عبادت کرتا ہوا، ذکر کرتا ہوا، خیر کا کام کرتا ہوا، دوسروں کو نصیحت کرتا ہوا، لوگوں کے ساتھ بھلائی کرتا ہوا دیکھوں اور دوسری طرف اللہ چاہتا ہے کہ میں بندے کو کسی بُرائی میں نہ دیکھوں، جھوٹ بولتا ہوا، غیبت کرتا ہوا، چغلی کرتا ہوا، گناہ کرتا ہوا، نافرمانی کرتا ہوا نہ دیکھوں اور نہ بُرائی کی صحبت میں بیٹھا ہوا دیکھوں۔ لہذا کچھ امور اور کچھ جگہیں ایسی ہیں جو اللہ پسند نہیں کرتا اور جو اللہ کے غضب کا باعث بنتی ہیں۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ جہاں اللہ چاہتا ہے کہ ہم وہاں ہمہ وقت ہوں تو وہاں ہم اُسے نظر نہیں آتے اور جہاں وہ ہمیں دیکھنا نہیں چاہتا، ہم وہاں براجمان نظر آتے ہیں۔ اگر اُس نے یہ پوچھ لیا کہ میرے بندے میں جہاں تمہیں دیکھنا چاہتا تھا، تو

وہاں مجھے نظر نہیں آتا تھا اور جہاں نہیں دیکھنا چاہتا تھا تو روز وہیں نظر آتا تھا تو اس وقت ہمارا جواب کیا ہوگا؟ لہذا بندے کو اللہ کے ساتھ قائم کیے ہوئے تعلق کو دیکھنا چاہئے کہ آیا وہ اس کی تابعداری میں ہے یا اس کے حکم کی خلاف ورزی کررہا ہے؟ یہ وہ مرکزی فکر ہے جہاں سے تقویٰ انسان کی زندگی میں آتا ہے اور یہی تعریف امام غزالی نے تقویٰ کا لفظ استعمال کیے بغیر بیان کردی ہے۔

اگر اِس اُصول کو ہم زندگی میں جگہ دے دیں بلکہ زندگی کو اِس کے اوپر اِستوار کرلیں تو ہم دیکھیں گے کہ یہ ایک سبق ہی پوری زندگی کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ یہ تقویٰ کا سب سے خوبصورت ترین معنیٰ ہے کہ ہر شخص یہ فیصلہ کرلے کہ جہاں میرا اللہ مجھے نہیں دیکھنا چاہتا، میں وہاں اُس کو نظر نہ آؤں اور جہاں اللہ چاہتا ہے کہ میں وہاں سے غیر حاضر نہ ہوں تو وہاں ہمیشہ حاضر رہوں۔

حضور غوث الاعظمؓ کے نزدیک تقویٰ کا معنیٰ

حضور سیدنا غوث الاعظمؓ تقویٰ کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

التقوی مجانبة کل ما یبعدک عن الله تعالیٰ (غنیة الطالبین، ۱: ۱۷۲)

’’ہر وہ چیز جو تجھے اللہ سے دور لے جائے، اُس سے بچ جانے کا نام تقویٰ ہے‘‘۔

یہ تقویٰ کی ایک جامع تعریف ہے۔ جب بندے کو یہ علم ہوجائے کہ اللہ سے دور اور قریب کرنے والی کیا چیزیں ہیں تو بندہ کوئی بھی کام کرے، کسی مجلس میں بیٹھے، کوئی فعل کرے، کوئی کلام کہے، کسی سے کوئی dealing کرے تو وہ اپنے طرزِ عمل، طرزِ گفتگو، طرزِ کلام الغرض جو کچھ بھی کرے، اس پر غور کرے اور سوچے کہ یہ عمل مجھے اللہ کے قریب کرے گا یا اللہ سے دور لے جائے گا۔ بندے کو یہ چیزیں پوچھنے کے لیے مفتی صاحب، امام صاحب، کسی عالم، فاضل یا مدرس اور استاد کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اللہ رب العزت نے من کے اندر ایک کسوٹی، ایک ترازو اور پیمانہ رکھا ہے۔ جس سے بندہ تعین کرسکتا ہے کہ یہ کام مجھے اللہ کے قریب کرے گا یا دور کرے گا۔

مثلاً: نماز، روزہ، زکوۃ، صدقہ، و خیرات، حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، خدمتِ انسانیت، نیکی و بھلائی کے کاموں کا فروغ، توکل، تقویٰ، شکر، صبر، حیا اور اس جیسے تمام امور بندے کو اللہ کے قریب کرنے والے اعمال ہیں جبکہ ان کے برعکس امور کو سرانجام دینا بندے کو اللہ سے دور کردیتا ہے۔

اللہ سے دور کیا چیز کرتی ہے؟ نافرمانی اللہ سے دور کرتی ہے، شہوتیں، دنیاوی لذات کی اتباع، خواہش نفس کے پیچھے جانا، تکبر، غیبت، چغلی، بے صبری، ناشکری، دنیا کا حرص و لالچ، کبر اور عجب، دنیا پرستی، جاہ ومنصب کا حرص، دھوکہ دہی، خیانت اور بددیانتی، جھوٹ، بے ایمانی، مکر و فریب، دوسرے کا حق چھیننا، ظلم کرنا، ماں باپ کی بے ادبی، اساتذہ و اکابر کی بے ادبی یہ تمام عوامل اللہ سے دور کرتے ہیں۔ لہذا ان سے بچنے کا نام تقویٰ ہے۔

گویا ایسے اعمال و افعال جن میں اللہ کی نافرمانی پائی جائے، اللہ کی یاد میں غفلت آئے اور بندہ اللہ کے حکم کو پسِ پشت ڈالنے کا مرتکب ہو تو ایسے اعمال بھی بندے کو اللہ سے دور کردیتے ہیں۔ یہ ایک باریک چیز ہے جس کا فیصلہ بندے نے من کے اندر کرنا ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایسی چیزیں ہوتی ہیں کہ بندے کو سمجھ نہیں ہوتی کہ یہ اللہ کے قریب کرنے والی ہیں یا نہیں مگر مختلف پہلو اور جہات سے غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ وہ عمل اللہ کے قریب کرے گا یا اس میں کسی شر اور نقصان کا پہلو ہے۔

رجوع الی اللہ کے طریقے

اولیاء کبار اور سلف الصالحین میں سے حضرت ابوالخیر العقطہؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! مجھے کوئی راستہ بتائیں جس پر چلتے ہوئے اللہ سے ملاقات ہو جائے۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ پانی اور محراب۔ سائل نے اس کا مفہوم پوچھا تو آپ نے فرمایا:

بیٹے اللہ کی طرف جانے والے بہت سارے راستے ہیں مگر

ہم نے جس راستے پر اللہ کا وصال دیکھا اور جس راستے کو بہت مفید پایا، وہ دو راستے ہیں: پانی اور محراب۔ پانی سے مراد وضو اور محراب سے مراد سجدہ ہے۔ وضو طہارت کا عنوان ہے اور محراب عبادت کا عنوان ہے۔ یعنی ہم نے جس راہ پر اللہ کو پایا، وہ طہارت اور سجدہ ہے۔ ظاہر باطن کی طہارت رکھنا اور نماز کی تمام حقوق اور آداب کے ساتھ بجا آوری کرنا ہی طریق الی اللہ ہے۔

منہاج القرآن کے رفقاء اس بات کو بھی ذہن نشین رکھیں کہ یہ سوچ اور فکر آپ میں نہیں ہونی چاہیے کہ جو طریقہ ہمارا ہے، بس یہی طریقہ اللہ کی طرف لے جانے والا ہے اور کسی کا طریقہ اللہ کی طرف نہیں جاتا۔ ایسی سوچ کبھی نہ لائیں، یہ درست اور حق نہیں ہے۔ اللہ کی طرف جانے والے بہت سے راستے ہیں۔ ہر ایک جماعت، تنظیم کا اپنا اپنا راستہ ہے اور ہر کوئی اپنے طریقے پر توجہ دیتا ہے۔ آپ کا طریقہ اور اُن کا طریقہ مختلف ہوسکتا ہے مگر کسی دوسرے کے طریقہ جو خیر پر قائم ہو، اس کے بارے میں یہ ہرگز خیال نہ کریں کہ اُن کا راستہ اللہ کی طرف نہیں جاتا۔ ممکن ہے وہ بھی اللہ کی طرف جاتا ہو۔ ہر ایک کا اپنا مزاج، طبیعت اور ذوق ہوتا ہے اور اُس کے مطابق ہر کوئی اپنا طریقہ وضع کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب پتھر پر عصا مارا تھا تو ایک چشمہ نہیں بلکہ بارہ چشمے پھوٹے تھے تا کہ بنی اسرائیل کا ہر قبیلہ اپنی سہولت، ذوق اور مزاج کے مطابق ایک ایک چشمے کو حاصل کرلے۔ کسی کو پابند نہیں کیا کہ ایک ہی چشمے سے استفادہ کریں، یہی پانی ستھرا، صاف اور حلال و طیب ہے۔ اگر ایک چشمے پر ایک قبیلہ بیٹھا ہے تو اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باقی چشمے پاک نہیں ہیں بلکہ وہ بھی پاک ہیں۔ کس طریقے سے اللہ جلد ملے گا، یہ تو اللہ کو معلوم ہے۔

ہمارے ہاں خرابی یہ ہے کہ جو جس طریقے پر ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میرا طریقہ ہی حق ہے۔ ایسی بات نہیں ہے۔ اللہ والے کبھی ایسے نہیں کہتے تھے اور آپ بھی ایسی سوچ سے بچیں۔ ایسی سوچ بڑی گمراہی اور کفر ہوگا۔ کبھی ایسے سوچ میں نہ جائیں۔ ہمیں اللہ پاک نے جو توفیق دی، جو الہام کیا، جو ہدایت فرمائی اور اللہ کے رسول ﷺ نے جو سمجھ عطا فرمائی، اس کے مطابق ایک طریقہ ہم نے وضع کیا اور پوری زندگی اس پر چلے، اس کی تفصیلات اور شکلیں بنائیں اور رفقاء کو اُس راہ پر ڈال دیا۔ اِن شاء اللہ! یہ راستہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف جا رہا ہے اور اِس امر میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔ منہاج القرآن کا طریقہ حق ہے، اللہ کی طرف جانے والا ہے، اللہ کا وصال دینے والا ہے، یہ دین کی تجدید و احیاء کا طریقہ ہے مگر ایسا کبھی نہ کہیں کہ صرف ہم ہی حق ہیں، دوسرا حق کے راستے پر نہیں ہے۔ یہ طرزِ فکر اللہ کو پسند نہیں، یہ غرور و تکبر کو ظاہر کرتا ہے۔ دوسرے کے طریقے کو غلط کہنا بندے کا حق نہیں، یہ فیصلہ کرنے کا حق اللہ کے پاس ہے۔ نیتوں کا حال اللہ جاننے والا ہے۔ بندہ، بندے کی نیتوں پر فیصلہ نہیں کرسکتا۔

ہاں، البتہ منہاج القرآن کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں ہم نے بہت سارے طرق کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں طریقِ علم بھی جمع ہے، طریقِ زہد بھی ہے، طریقِ صفا، طریقِ سلوک، طریقِ تربیت، طریقِ دعوت، طریقِ تبلیغ اور طریقِ تجدید بھی ہے۔ اس کے علاوہ اور بے شمار طرق بھی ہوں گے جو اللہ کی طرف جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا.(العنکبوت، ۲۹: ۶۹، ص، ۳۸: ۴۲)

جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہم یقیناً اُن پر اپنے راستے کھول دیں گے۔

یہاں اللہ پاک نے لنھدینھم سبیلنا نہیں فرمایا: کہ ہم اُن پر اپنا راستہ کھول دیں گے۔ بلکہ فرمایا: سُبُلَنَا یعنی بہت سے راستے کھول دیں گے۔ پھر ہر کوئی اپنے ذوق، صلاحیت، فہم، طبیعت کے مطابق کوئی نہ کوئی ایک راستہ پکڑ کر چل پڑتا ہے۔ بندہ جو بھی راستہ اپنائے، اللہ کی ذات کو اِس سے فرق نہیں پڑتا مگر وہ چاہتا یہ ہے کہ بندہ جس راستے کو بھی اپنائے وہ راستہ میرا ہی ہو یعنی وہ راستہ میری طرف لے کر آئے تا کہ بالآخر

بندہ مجھ سے مل تو سکے۔

تقویٰ پر میرا نقطۂ نظر

امام غزالیؒ اور حضور غوث الاعظمؒ کے بیان کردہ تقویٰ کی تعریف کے بیان کے بعد اللہ پاک کی توفیق سے تقویٰ کا ایک اور معنی میرے ذہن میں آیا ہے، جس نے دل کو بڑا لبھایا ہے۔ اس تقویٰ کے معنی کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ہمیں اِس دنیا میں بھیجا تو زندگی کا سامان دیا۔ یعنی ہمیں نفس، قلب، دل، روح اور عقل دی، جس کے ساتھ ہماری زندگی چلتی ہے۔ کچھ چیزیں نفس کے ذریعے ہوتی ہیں، کچھ روح کے ذریعے اور کچھ عقل کے ذریعے ہوتی ہیں۔ جسم تو خاک میں چلا جائے گا اور باقی چیزیں اللہ کے ہاں چلی جائیں گی۔

اللہ رب العزت چاہتا ہے کہ اے میرے بندے! میں نے تجھے دنیا میں بھیجا اور وَنَفَخْتُ فِیهِ مِنْ رُوحِی تمہارے اندر اپنی روح پھونکی، لہٰذا جس حال میں تمہیں میں نے روح دی، اُسی حال میں مجھے واپس لوٹا۔ اُسے کرپٹ، داغ دار اور خراب کرکے نہ لٹا۔ جس طرح روشن، منور، مزین، پاکیزہ، طاقتور میرا ذکر کرتی، چمکتی دمکتی روح میں نے تیرے اندر ڈالی تھی تو اُسی حال میں لوٹا۔ جب بندہ اس روح کے اُس حال کو اُسی طرح برقرار رکھے جس حال میں اللہ سے لی تھی اور اُسی حال میں اللہ کو واپس پلٹائے تو یہ تقویٰ ہے۔

مثال کے طور پر ہم کسی دوکان سے کرائے پر ٹیکسی لے آتے ہیں تو قاعدہ اور کلیہ ہے کہ جس حال میں وہ کار لی ہے اُسی حال میں واپس لٹائیں گے۔ حتیٰ کہ اگر دینے والے نے اس میں ڈیزل یا پٹرول ڈالا ہوا تھا تو واپسی پر اپنی طرف سے اُتنا ڈیزل یا اُتنا پٹرول پورا کرکے کار لوٹاتے ہیں۔ اسی طرح اگر کار کو کوئی نقصان پہنچ جائے تو یہ نقصان بھی پورا کرنا ہوتا ہے۔

اللہ کے ہاں بھی یہی نظام ہے کہ اے بندے! اللہ نے تجھے پاکیزہ جوہر پر عقل دی، اگر تو نے وہ کرپٹ کر دی، اُس کو مکار، عیار اور بے ایمان بنا دیا تو اللہ اسے قبول نہیں کرے گا۔

اللہ فرمائے گا کہ مجھے اسی حال میں پاکیزہ عقل لوٹا جس حال میں پاکیزہ عقل دی تھی۔۔۔ جس حال میں روح، نفس اور دل دیا تھا، اُسی طرح روشن اور پاکیزہ صورت میں واپس لوٹا۔

لہٰذا جس بندے کو یہ فکر رہے کہ مجھے اللہ نے یہ امانتیں دی ہیں، میں تو کرائے دار ہوں، اللہ نے استعمال کے لیے دی ہیں، مجھے ان کا مالک نہیں بنایا تو وہ اِن اعضاء اور نعمتوں کے استعمال میں اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کا مرتکب نہیں ہوتا بلکہ ہر حال میں ان نعمتوں کو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اسی طرح لوٹاتا ہے جس حال میں اللہ نے اُسے وہ نعمت عطا فرمائی تھی۔

اللہ رب العزت کا درج ذیل فرمان بھی اسی پس منظر میں ہے:

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ. (البقرة، ۲: ۱۵۶)

ہم اِس جملے کو صرف موت کے موقع پر استعمال کرتے ہیں کہ ہم اللہ کی طرف سے آئے اور اللہ کے لیے تھے اور اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ اگر اِس جملے کو موت سے نکال کر زندگی پر استعمال کردیں تو تقویٰ نصیب ہو جائے گا۔ اگر یہ فکر طاری ہوگئی کہ ہم اللہ کی طرف سے آئے اور اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے تو ہر چیز کو اللہ دیکھے گا کہ اے بندے! میں نے تمہیں آنکھیں دی تھیں، تو نے ان آنکھوں کو کیسے استعمال کیا۔۔۔ کان کیسے استعمال کیے۔۔۔ دل کو کیسا رکھا۔۔۔ نفس کو کیسا رکھا۔۔۔ عقل کو کیسا رکھا۔۔۔ ظاہر و باطن کو کیسے رکھا۔۔۔ لہٰذا جب یہ فکر لاحق رہی کہ وہ مالک اپنی ہر چیز کا حساب لے گا تو اِس دنیا میں استعمال کرتے ہوئے ہم ہر چیز کا خیال رکھیں گے اور ظاہر و باطن کو بگڑنے نہیں دیں گے۔ اگر ان چیزوں کو اُن کے اصل حال پر برقرار رکھنے کی فکر آجائے تو اِس کو تقویٰ کہتے ہیں۔

اسی لیے قرآن مجید بار بار یاد دلاتا ہے کہ

اِلَيْهِ تُرْجَعُونَ. (البقرة، ۲: ۲۸)

تم اُس کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔ پلٹانے کی بات بار بار اِس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہیں خیال رہے کہ جب مجھے لوٹانا ہے تو جیسے دیا تھا ویسے ہی لوں گا۔ جس نے میری امانتوں

کو خراب کرکے لوٹایا تو اس کو اس کے کیے کی سزا بھگتنا ہوگی۔

انوارِ الٰہیہ کا نزول

اللہ تعالیٰ ہر مومن کے دل پر انوار اُتارتا ہے، اگر دل اِس تقویٰ کے ساتھ مزین نہ ہو تو انوار کا دخول نہیں ہوتا۔ یعنی ہر دل کے دروازے تک انوارِ الٰہیہ پہنچتے ہیں اور دل کے دروازے پر دستک دیتے ہیں اور رک کر یہ دیکھتے ہیں کہ اس دل میں اللہ کے لیے جگہ خالی ہے یا کسی اور نے اس جگہ بسیرا کرلیا ہے۔۔۔ یہ دل اللہ کی چاہت، اللہ کے امر و نہی ، اللہ کے حکم اور اللہ کے تقویٰ کے لیے ہے یا دنیاوی شہوتوں ، زینتوں اور حرص ولالچ کے لیے ہے۔۔۔ اگر وہ دل دنیا کی شہوتوں کے ساتھ بھرا ہوا ہواور اللہ کے لیے خالی نہ ہو تو انوار دل کے دروازے سے واپس پلٹ جاتے ہیں اور جب وہ انوار دیکھتے ہیں کہ اِس بندے نے دل کا حجرہ اللہ کے لیے آراستہ کر رکھا ہے، اللہ کے نور کے لیے دل کی سیج سجا رکھی ہے۔۔۔ اللہ کے لیے دل خالی کر رکھا ہے۔۔۔ شہوتوں کو نکال رکھا ہے تاکہ میرے مولیٰ کی قربت کے انوار آئیں تو انوار دل میں داخل ہوجاتے ہیں۔

جس دل میں اللہ کے انوار داخل ہوجائیں تو وہ اس دل کو عرش کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ عرش پر بھی اللہ کے انوار ہوتے ہیں اور جب دل میں بھی اللہ کے انوار نے جگہ لے لی تو بندے کا دل سینے میں رہ کر عرشِ الٰہی سے مل جاتا ہے۔ اب بندہ زمین کے فرش پر چلتا ہے مگر عرشی ہوتا ہے۔۔۔ جسم فرشی ہوتا ہے مگر دل عرشی ہوتا ہے۔۔۔ اُس کے طور اطوار، اخلاق و احوال عرشیوں کے ہوتے ہیں۔۔۔ اُس کے وجود سے عرش والوں کی طرح برکات پیدا ہوتی ہیں۔۔۔ دنیا میں اُس کے نور سے روشنی پھیلتی ہے اور تاریکی ختم ہوتی ہے۔۔۔ مگر یہ سب اُس کو نصیب ہوتا ہے جو تقویٰ کے ذریعے اپنے دل کو اللہ کے لیے خالی کر دیتا ہے اور تقویٰ کے ساتھ دل، من، باطن کو منور اور مزین کر لیتا ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں تصحیحِ اعمال، تحسینِ احوال، تہذیبِ اخلاق، تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، دینی تعلیم، روحانی و اخلاقی تربیت، فکری نشو و نما، اخلاقی اقدار کا احیاء اور انسانیت کو پھر سے تقویت دینے کا عمل جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور سلف صالحین کے انوار ہمارے حال میں منتقل فرمائے۔

❁❁❁❁❁

انا للہ وانا الیہ راجعون

گذشتہ ماہ محترم محمد اسماعیل نورزئی (صدر PAT کوئٹہ) کے والد، محترم عطا محمد بگٹی (ناظم تحریک ڈیرہ بگٹی) کے والد، محترم غلام حیدر چاچڑ (صدر تحریک بختیار آباد بلوچستان) کے والد، محترم حافظ محمد طاہر رفیق نقشبندی سیشن 1994ء (مرکزی رہنما MQI ساؤتھ افریقہ) کے تایا جان محترم الحاج حافظ صوفی حبیب الرحمان نقشبندی (خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ عید گاہ شریف۔ راولپنڈی) اور ان کے تایا زاد بھائی محترم محمد خلیل الرحمان نقشبندی، محترم حاجی محمد امین (پنتھل۔ آزاد کشمیر)، محترم ارشد ظہیر کیانی (سابق ناظم UC چراہ غری۔ اسلام آباد) کے والد، محترم محمد جمیل قادری (جنرل سیکرٹری TMQ یوتھ لیگ NA-52 اسلام آباد) کی ہمشیرہ، محترم محمد یوسف بخشی (ناظم ممبر شپ PP-20 واہ کینٹ) کی والدہ، محترم حاجی چوہدری نذر حسین (سہالہ باغ۔ اسلام آباد) کی والدہ، محترم نور محمد قادری (اٹک) کی والدہ اور محترم سعید احمد کیانی (چوچکال ناظم UC مغل NA-52 اسلام آباد) کا بھانجا قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت و بخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

سہ روزہ دورہ علوم الحدیث

حدیثِ صحیح کے مراتب پر ایک نیا زاویۂ نظر

حدیث صحیح کے مراتب سبعی کی ترتیب کا اطلاق اغلب اور اکثر احادیث پر ہوتا ہے، فرداً فرداً ہر حدیث پر نہیں ہوتا

خصوصی خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

نشست: دوم
حصہ: 1

سہ روزہ دورۂ علوم الحدیث کی نشست دوم کے آغاز میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے عربی زبان میں اپنی زیرِ ترتیب کتاب "السنة النبویه (حجیتها و مکانتها)" میں موجود سنتِ نبوی اور حدیثِ نبوی ﷺ کی حجیتِ قطعیہ پر دلالت کرنے والی ۱۵۰ آیات و احادیث میں سے برکت کے لیے چند آیات کریمہ کی تلاوت کرنے کے بعد حدیثِ صحیح کے مراتب کے حوالے سے گفتگو کی۔

حدیثِ صحیح کے مراتب پر ایک نیا زاویۂ نظر

حدیث صحیح کے مراتب کے حوالے سے شیخ الاسلام نے اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

حدیث صحیح کے درج ذیل مراتب سے معلوم ہوتا ہے کہ کون سی سند یا حدیث صحیح بقیہ اسانید یا احادیث صحیحہ سے اصح ہے:

۱۔ صحیح أخرجه البخاري ومسلم

۲۔ صحیح انفرد به البخاری، أی عن مسلم

۳۔ صحیح انفرد به مسلم، أی عن البخاري

۴۔ صحیح علی شرطهما لم یُخرجاه

۵۔ صحیح علی شرط البخاری لم یخرجه

۶۔ صحیح علی شرط مسلم لم یخرجه

۷۔ صحیح عند غیرهما ولیس علی شرط واحد منهما

(ابن الصلاح، المقدمة، ص ۲۷۔۲۸)

حدیث صحیح کے ان مراتب کے حوالے سے میری ایک رائے ہے جو میں نے اکابر، ائمہ، علماء، نقاد اور جہابذہ کی عبارات اور تصریحات سے اخذ کی ہے کہ سات درجات میں تقسیم سے عام طور پر جو مراد لے لیا گیا ہے، وہ درست نہیں ہے۔ تقسیم کے اندر اصلاً اعتراض نہیں ہے مگر اُس تقسیم کا جو معنٰی و مفہوم اور مراد بالعموم اہلِ علم نے لیا ہے، وہ قابلِ توجہ، قابلِ غور اور قابلِ نظر ہے۔

کتبِ حدیث میں عام طور پر یہ مذکورہ تقسیم معروف ہے اور یہ ساتوں کے ساتوں درجات حدیثِ صحیح کے ہیں۔ گذشتہ نشست کے آخری حصہ میں اس بات کی میں نے وضاحت کردی تھی کہ جمہور عُلماءِ حدیث اور جمہور ائمہ کے ہاں ان سات درجات پر اجماع ہونا اس بات کی واضح اور قطعی دلیل ہے کہ اُمت کے تمام ائمہِ علم کا یہ اتفاق تھا کہ حدیثِ صحیح صرف بخاری و مسلم میں محصور نہیں ہے، ورنہ سات درجات ہی مقرر نہ ہوتے۔ بات حدیث صحیح کے صرف تین مراتب پر ختم ہو جاتی کہ حدیثِ صحیح وہ ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہو یعنی متفق علیہ ہو، یا دوسرا درجۂ حدیثِ صحیح کا وہ ہے جو فقط منفرداً صحیح بخاری میں ہو اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ صرف صحیح مسلم میں ہو۔ اس طرح صرف تین مراتب ہوتے، بقیہ چار مراتب کا

☆ خطاب نمبر: Ba-126، مقام: جامع المنہاج، بغداد ٹاؤن، مورخہ: 08 اکتوبر 2017ء، ناقل: محمد خلیق عامر

بالکل انکار ہو جاتا اور اُن کے لکھنے کی حاجت ہی نہ ہوتی۔

سو پتہ یہ چلا کہ اہلِ علم کا اس پر اجماع ہے کہ صحیح حدیث ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کے علاوہ بھی ہے۔ اجماع کا لفظ اس لیے استعمال کر رہا ہوں کہ کسی نے اس امر پر اختلاف نہیں کیا۔ لہذا اس بات پر مضبوطی سے قائم ہونا اور تمکن و اعتماد ہونا چاہیے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ میں تو فلاں حدیث کو تب مانتا ہوں اگر وہ صرف بخاری میں پائی جائے۔ یا یہ کہنا کہ صرف صحیحین میں دکھائیں، ورنہ نہیں مانتا۔ یہ کہنا جہالت کی بات اور بارہ تیرہ سو سال کے دینی علم کا انکار کرنا ہے۔ لہٰذا اس بات پر گرفت اور مواخذہ ہونا چاہیے۔ اگر کوئی یہ جملہ بولے تو اہلِ علم اس پر گرفت کریں اور بات کرنے والے سے پوچھیں کہ یہ بات جو آپ کہہ رہے ہیں کیا تیرہ سو سال میں کسی نے کہی ہے؟ کیا خود امام بخاری اور امام مسلم نے کہی ہے؟ لازمی بات ہے کہ اس کا جواب ''نہیں'' میں ہے اور سوال کرنے والے کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا۔

تقسیم سبعی کا بانی کون؟

علماء اور اہلِ علم کی متداول کتب کے مطالعہ کے بعد عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ موجود حدیثِ صحیح کے مراتب کی یہ تقسیم سب سے پہلے امام ابن الصلاح نے کی ہے۔ یہ تصور غلط ہے۔ میرا خیال ہے کہ امام ابن الصلاح اس تقسیم کے بانی نہیں ہیں۔ امام ابن الصلاح نے تقسیمِ سبعی کا یہ تصور امام ابو حفص عمر بن عبد المجید المیانشی المغربی التونسی ثم المکی (وفات ۵۸۱ ہجری) سے اخذ کیا ہے۔ امام ابن الصلاح کی وفات ۶۴۳ ہجری میں ہے جبکہ امام میانشی کی وفات ۵۸۱ھ میں ہے۔ امام میانشی نے ''مَا لَا يَسَعُ الْمُحَدِّثَ جَهْلُهُ'' کے عنوان سے جو رسالہ لکھا، اس میں اس تقسیم کو سب سے پہلے انہوں نے ذکر کیا۔ پھر زیادہ تصریح اور تفصیل کے ساتھ اس تقسیم کو امام ابن الصلاح نے بیان کیا۔

امام میانشی کی وہ عبارت جو اس تقسیم کی بنیاد بنی وہ اس طرح ہے:

الصحيح من أحاديث رسول الله ﷺ علىٰ مراتب:

حدیث صحیح کے درج ذیل درجات ہیں:

۱. **أصحها و أعلاها: ما اتفق علىٰ تخريجه الشيخان البخاری ومسلم رضي الله عنهما وصحيحهما.**

سب سے اصح اور اعلیٰ درجہ وہ ہے جس پر شیخین امام بخاری و مسلم کا اتفاق ہو اور دونوں نے اپنی صحیحین میں اس کی تخریج کی ہو۔

حافظ ابن الصلاح نے سات مراتب کی جو تقسیم کی ہے، وہاں انہوں نے امام میانشی کی اسی عبارت سے اخذ کرتے ہوئے من وعن اسی طرح اس کو بیان کیا۔

۲۔ دوسرا مرتبہ بیان کرتے ہوئے امام میانشی نے فرمایا:

ويتلوه كل ما انفرد به كلُّ واحد منهما.

دوسرا درجہ وہ ہے جو صرف بخاری میں آئے یا صرف مسلم میں آئے، اس درجہ میں انہوں نے بخاری و مسلم کی تفریق نہیں کی بلکہ فرمایا: **کل واحد منهما** انہوں نے دونوں کو ایک ہی درجے میں رکھا۔ جبکہ امام ابن الصلاح نے اس ایک قسم کو پھر دو مراتب القسم الثانی اور القسم الثالث میں تقسیم کردیا کہ دوسرا درجہ وہ ہے جس کی صرف بخاری نے تخریج کی ہو اور تیسرا درجہ وہ ہے جو صرف مسلم میں منفرداً آئے۔

۳۔ حدیث صحیح کے تیسرے درجے کو بیان کرتے ہوئے امام میانشی فرماتے ہیں:

ويتلوه ما كان علىٰ شرطهما وإن لم يخرجاه في صحيحهما.

تیسرا درجہ یہ ہے کہ جو دونوں (بخاری و مسلم) کی شرط پر ہو یا دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر ہومگر اسے انہوں نے اپنی صحیح میں بیان نہ کیا ہو۔

اس درجہ کو ابن الصلاح نے تین مراتب میں تقسیم کر دیا:

اوّلاً: جو بخاری اور مسلم دونوں کی شرط پر ہو۔

ثانیاً: جوصرف بخاری کی شرط پر ہو

ثالثاً: جو صرف مسلم کی شرط پر ہو۔

۴۔ امام میانشی نے حدیث صحیح کا چوتھا مرتبہ یہ بیان فرمایا:

ثم دون ذٰلک فی الصحة وما کان إسناده حسنا.

(میانشی، **ما لا یسع المحدث جهله، ص: ۱۰ . ۱۱**)

مذکورہ درجات کے بعد اس حدیث کا درجہ ہے جس کی سند حسن ہے، وہ بھی مراتبِ صحیح میں شامل ہے۔

متقدمین میں سے بہت سے ائمہ کا یہ مشرب، مسلک اور طریق تھا کہ وہ حسن کو بھی صحاح کی اقسام میں شمار کر لیتے تھے۔ امام میانشی کے بیان کردہ ان چار مراتب سے حافظ ابن الصلاح نے سات مرتبے وضع کیے۔ اب ان سات مرتبوں سے نقاد، جہابذہ، محققین اور متمکنین کے سواء دیگر لوگوں نے یہ اخذ کر لیا کہ بیان کردہ ترتیبِ سبعی علی الاطلاق ہے، حجت اور قطعی ہے اور اس کا اطلاق ہر ہر حدیث پر ہوگا۔ یعنی متفق علیہ کے بعد بھی جو حدیث بخاری میں آئے گی، وہ مسلم سے اعلیٰ ہے اور جو منفرداً مسلم میں آئے وہ دیگر احادیثِ صحیحہ سے اعلیٰ ہے۔

آج تک بالعموم اس کا معنیٰ یہی مراد لیا جاتا ہے۔ اس پر میں نقد کر رہا ہوں کہ یہ مراد درست نہیں ہے۔ اصل مراد اور اس کے دلائل کی طرف آنے سے قبل واضح کر دوں کہ تقسیم ترجیح کی اصحیت میں متفق علیہ کا درجہ سب سے اُونچا ہے، اس پر کوئی نقد اور کوئی اختلاف و کلام نہیں، سو اس کو الگ کر دیں۔ باقی چھ مراتب رہ گئے، ان چھ مراتب کے عام مفہوم پر نقد یہ ہے کہ ان چھ مراتب کا ہر ہر فردِ حدیث پر اطلاق نہیں ہوتا۔ جملۃً درست ہے۔ اگر میں اُس کو اصطلاح کے طور پر بیان کروں تو یوں کہا جائے گا کہ

الترتیب السبعی فی الاصحیه بالاغلبیة وبالاکثریة

حدیث صحیح کے مراتب سبعی کی ترتیب کا اطلاق اغلب اور اکثر احادیث پر ہوتا ہے، فرداً فرداً ہر حدیث پر نہیں ہوتا۔

یعنی بخاری کی اکثر احادیث ترتیب میں مسلم پر فائق ہوں گی اور مسلم کی اکثر احادیث یا من جملہ کا درجہ ترتیب میں بخاری کے بعد لیا جائے گا۔ درجے میں بخاری کو مسلم پر ترجیح دی جائے گی (علماء و محدثین مغاربہ (مغرب کے علماء) صحیح مسلم کو درجہ میں صحیح بخاری سے اُوپر رکھتے ہیں اور صحیح بخاری کو صحیح مسلم کے بعد جبکہ جمہور علماء کا اکثریتی اجماع اس پر ہے کہ صحیح بخاری پہلے اور صحیح مسلم بعد میں ہے۔) بخاری کی مسلم پر ترجیح یا **رُجحان البخاری علی مسلم** اکثر احادیث پر ہے۔ یعنی اغلب احادیث کا معیار اس طرح ہے مگر یہ قاعدہ، کلیہ نہیں کہ صحیح مسلم کی ہر حدیث، بخاری میں روایت کی ہوئی حدیث سے ادنیٰ ہوگی، ایسا نہیں ہے۔ ہر حدیث جس کی بخاری میں تخریج ہوئی، وہ مسلم کے اندر تخریج ہونے والی منفرد حدیث سے اعلیٰ ہوگی، یہ اطلاق ہر ہر حدیث پر نہیں ہوگا۔ یہ اُصول، قاعدہ اور کلیہ فرداً فرداً نہیں ہے، یہ من جملہ ہے۔

غالب اور اکثر احادیث اس طرح ہیں، اس لیے کتاب کا درجہ اس طرح ہے کہ بخاری کو مسلم پر ترجیح دی جاتی ہے مگر کتاب کے اندر درج ہونے والی ہر ہر حدیث کی اپنی ترجیح، اپنی قوت، اپنی اصحیت اور اپنا مرتبہ ہے اور اُس کا انحصار اُس کی سند پر ہوگا۔ چونکہ دونوں صحیح ہیں اور دونوں میں سے کسی ایک کی صحت پر عالمِ اسلام میں کسی کو انکار نہیں، اس پر امت کا اجماع ہے تو جب اجماعِ امت کے ساتھ بخاری و مسلم کی روایات دونوں صحیح ہیں اور دونوں شرائطِ صحت کو پورا کرتی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ علی الاطلاق بخاری کی سند کی حدیث کو مسلم پر اعلیٰ مانا جائے اور مسلم کی حدیث کو علی الاطلاق بخاری کی سند سے ادنیٰ مانا جائے۔ جبکہ قاعدہ یہ ہے کہ حکم متن پر یا کتاب پر نہیں ہوگا بلکہ حکم سند پر ہوگا۔ صحیح ہونے یا اصح ہونے کے لیے اُصولِ حدیث میں یہ قاعدہ نہیں ہے کہ فلاں حدیث چونکہ فلاں کتاب میں ہے، اس لیے اصح ہے اور فلاں حدیث چونکہ فلاں میں نہیں ہے، اس لیے صحیح نہیں ہے۔ اصحیت کا مدار کتاب پر نہیں، نہ صاحبِ کتاب پر ہے بلکہ اصحیت، ضعف اور صحت کا مدار سند کی قوت اور اُس کی حیثیت پر ہے۔ اگر مسلم کی کسی روایت کی سند بخاری کی سند سے منفرد، قوی اور اعلیٰ ہوگی تو اس کا درجہ بخاری سے اُونچا ہوگا۔ لہٰذا فرداً فرداً الگ حکم ہوگا۔

حدیث صحیح کے مراتب کے حوالے سے اس نئے نقطہ نظر کے خلاصہ کے بیان کے بعد آیئے اب اس کی تفصیل اور دلائل

کا مطالعہ کرتے ہیں:

۱۔ پہلی دلیل: حدیثِ صحیح کے پہلے مرتبے پر کوئی کلام نہیں، جو حدیث بخاری اور مسلم دونوں میں آ گئی وہ تو بلا اختلاف یا بلا نقد و نظر سب سے اعلیٰ ہے۔ حدیث صحیح کے باقی مراتب کی بات کریں تو یاد رکھ لیں کہ اگر اس اُصول کا فرداً فرداً کوئی اطلاق کرنا چاہے تو یہ اُصول اور قاعدہ غیر مسلّم ہے۔ مثلاً: اگر بخاری اور مسلم میں آنے والی دو احادیث میں تعارض آ جاتا ہے تو محض اس وجہ سے بخاری کو لے لیں اور مسلم کو چھوڑ دیں کہ چونکہ وہ بخاری میں ہے تو ایسا کوئی قاعدہ وکلیہ اُصولِ حدیث میں نہیں ہے۔

اس کے لیے ایک بڑی قوی دلیل اور جامع بات شہادت کے طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ سیدنا ابو ہریرہؓ کی 142 احادیث اُن کے شاگرد ہمام بن منبہؒ نے اپنے صحیفہ میں روایت کیں۔ (صحیفہ ہمام بن منبہ کے بعض نسخوں میں 142 احادیث اور بعض میں 139 احادیث ہیں۔) اس صحیفہ ہمام بن منبہ میں سے بخاری اور مسلم دونوں نے اتفاق کے ساتھ 23 احادیث روایت کی ہیں۔ بخاری و مسلم دونوں میں آنے والی ان 23 احادیث کی سند ایک ہی ہے اور وہ ہے:

عبدالرزاق عن معمر عن همام عن أبی هريره۔

صاحب مصنف امام عبد الرزاق، امام بخاری اور امام مسلم دونوں کے شیخ ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے 142 احادیث میں سے 23 احادیث بالاتفاق تخریج کیں۔ ان 23 کے علاوہ امام بخاری منفرداً مزید اسی صحیفہ ہمام بن منبہ سے 16 احادیث اور لی ہیں جو امام مسلم نے نہیں لیں۔ مگر یہ منفرد احادیث جو امام بخاری نے روایت کیں، وہ بھی اسی سند **عبدالرزاق عن معمر عن همام عن ابی هريرة** کے ساتھ ہیں۔

دوسری طرف امام مسلم نے بھی متفق علیہ احادیث کے علاوہ ہمام بن منبہ سے 58 احادیث منفرداً مزید روایت کی ہیں اور وہ بھی اسی سند **عن عبد الرزاق عن معمر عن همام عن ابی هريرة** کے ساتھ ہیں۔ گویا متفق علیہ احادیث کے علاوہ بھی امام بخاری و امام مسلم نے صحیفہ ہمام بن منبہؒ سے ایک ہی سند کے ساتھ منفرداً احادیث بھی لی ہیں۔

منفرد بخاری کو منفرد مسلم پر ترجیح دینے کے دلائل

صحیفہ ہمام بن منبہ سے شیخین نے 23 احادیث اتفاق سے لیں، پھر 16 احادیث امام بخاری نے منفرداً لیں جو امام مسلم نے نہیں لیں اور امام مسلم نے 58 احادیث منفرداً لیں جو امام بخاری نے نہیں لیں۔ یہ تمام 97 احادیث بنتی ہیں اور تمام کی سند ایک ہے۔ سوال یہ ہے کہ کس بنیاد پر منفرد بخاری کو منفرد مسلم پر ترجیح دی جائے گی؟ ترجیح دینے کی اساس، دلیل اور اصل کیا ہوگی؟

سند ایک ہے، متفق علیہ میں بھی وہی سند ہے، امام بخاری نے منفرداً 16 احادیث بھی اسی سند سے لی ہیں جنہیں مسلم نے نہیں لیا اور امام مسلم نے 58 احادیث منفرداً بھی اسی سند کے ساتھ لی ہیں جنہیں امام بخاری نے نہیں لیا۔ اگر علی الاطلاق فرداً فرداً اس پر اصحیت اور ترجیح کے قاعدہ کا اطلاق کر دیا جائے تو اس باب میں ترجیح کی اساس اور بنیاد کیا ہوگی؟

ظاہر بات ہے کہ کوئی بنیاد نہیں بنتی۔ دونوں کے شیخ بھی ایک ہیں، ساری سند ایک ہے، ماخذ صحیفہ ہمام بن منبہ ہے، دونوں ائمہ اس سے منفرداً بھی لے رہے ہیں، متفقاً بھی لے رہے ہیں، ایک ہی سند کے ساتھ ایک امام لے رہے ہیں دوسرے نہیں لے رہے۔ جبکہ دوسری طرف دوسرے امام لے رہے ہیں، پہلے والے نہیں لے رہے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ کس بنیاد پر علی الاطلاق صحیح بخاری کی حدیث کو صحیح مسلم کی حدیث پر ترجیح دی جائے گی؟ جبکہ حدیث کی اصحیت اور صحت کا معیار سند پر ہوتا ہے۔

۲۔ دوسری دلیل: حافظ ابن الصلاح کا یہ کہنا کہ امام بخاری جس میں منفرد ہوں، اس کا درجہ مسلم کی منفرد روایت اور حدیث سے اعلیٰ ہوگا۔ امام ابن الصلاح کا یہ بیان حکم نہیں بنتا کیونکہ حکم کے لیے اصل اور اساس چاہیے اور اس تفریق کی اصل اور اساس کوئی نہیں ہے۔ یہ حکم نہیں بلکہ تَحَکُّم ہے۔ علماء نے صادر کیا ہے۔ اس لئے میں نے کہا کہ صحیح حدیث کے مراتب پر نقد اور نظر کی ضرورت ہے۔

حدیث صحیح کا تیسرا درجہ بیان کرتے ہوئے ابن الصلاح کا یہ کہنا کہ حدیث صحیح کا تیسرا مرتبہ وہ حدیث ہے جس میں امام مسلم منفرد ہوں۔ امام ابن الصلاح کا یہ بیان بھی غیر مُسلّم ہے۔ جس طرح صحیح بخاری کو منفرداً تفوق دینا تَحَکُّمٌ ہے، اسی طرح صحیح مسلم کو منفرد بخاری سے ادنیٰ کرنا اور تیسرے درجے میں لانا یہ بھی تَحَکُّمٌ ہے۔ جب ہر ہر فرد پر اطلاق کریں گے تو یہ تَـحَـکُّـمٌ کہلائے گا۔ ہاں جب من جملہ کتاب کی بات ہوگی تو ترجیح بخاری ہی کو حاصل ہے، اس کی تصریح میں نے کر دی ہے۔ اُسی سند سے ہی امام بخاری بھی لا رہے ہیں اور اسی سند سے امام مسلم بھی لارہے ہیں اور اس سند پر اتفاق بھی ہوچکا ہے اور اس پر دونوں منفرد بھی ہیں، لہٰذا تفریق کی کوئی وجہ نہیں کہ اُن کے مرتبے میں تفریق کی جائے۔

۳۔تیسری دلیل: تیسری دلیل اس اصول پر قائم ہے کہ: مثلاً اگر **وقد ینفرد مسلم بحدیث وله طرق کثیرة صحیحة.**

امام مسلم کسی حدیث کی روایت میں منفرد ہوئے مگر ان کے پاس اس حدیث و روایت کے اُس سند کے علاوہ اسانید صحیحہ یا غیر صحیحہ کے اور طُرُقِ کثیرہ بھی ہیں۔ یعنی وہ حدیث دیگر طُرُق سے بھی آئی ہے اور امام مسلم کی روایت کو تعددِ طرق حاصل ہے لیکن جو حدیث امام بخاری نے روایت کی، اُس کے ساتھ متعدد طُرُق نہیں ہیں تو کیا اس صورت میں بھی ترجیح بخاری کو حاصل ہوگی؟ جبکہ قاعدہ تو یہ ہے کہ جب ایک منفرد طریق کے ساتھ متعدد طرق مل جائیں تو وہ سند اقویٰ اور اعلیٰ ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں بھی کیا صحیح مسلم کی حدیث صحیح بخاری سے ادنیٰ ہوگی؟ حالانکہ اُن کی سند کو تعددِ طرق کی قوت بھی حاصل ہے۔ کیا تعددِ طرق کی قوت کے باوجود بخاری کی سند اعلیٰ رہے گی اور مسلم کی ادنیٰ؟ اس کا جواب ''نہیں'' میں ہے۔ لہٰذا ہر سند کو الگ سے دیکھا جائے گا۔ من جملہ کتاب صحیح بخاری، کتاب صحیح مسلم پر ارجح ہوگی لیکن جب فرد کی بات آئے گی، بین الحدیثین المختلفین تعارض آ جائے گا، وہاں بخاری و مسلم ایک ہی مقام پر کھڑے ہوجائیں گے۔ وہاں صرف بخاری اس وجہ سے مسلم پر ترجیح نہیں پائے گی کہ وہ منفرداً بخاری ہے یا مسلم ترجیح نہیں پائے گی کہ وہ منفرداً مسلم ہے۔ وہاں مرتبہ ایک ہو جائے گا۔

۴۔ چوتھی دلیل: بعض اوقات صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی کسی روایت کی سند کے اندر ایک راوی متکلم فیہ ہے یعنی اُس راوی پر کلام کیا گیا ہے اور بعض ائمہ نے جرح کے دوران اُس پر طعن کی ہے اور بعض نے اُس کی توثیق کی ہے۔ جیسے امام بخاری کے 80 رواۃ (رجال) ایسے ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے، طعن کیا گیا ہے اور پھر ائمہ نے اُن کا جواب دیا ہے۔ یہاں تک کہ ائمہ نے ان راویوں کے باقاعدہ نام لکھ کر ان پر طعن اور کلام کیا ہے۔ امام بخاری کے مطعون رجال کے نام فتح الباری سے لے کر امام سیوطی کی التدریب تک سب کتب میں موجود ہیں۔ کئی ائمہ نے پھر اُن کے جواب دیے ہیں کہ امام بخاری نے ان سے روایت کیوں لی اور جواب دے کر اُن کے صحیح ہونے پر دلائل اور شواہد قائم کیے گئے ہیں اور اعتراضات کو شافی اور وافی طریقے سے رد کیا گیا ہے۔

لیکن اب سوال یہ کر رہا ہوں کہ اگر کسی ایک سند میں ایک راوی مطعون ہے، یعنی متکلم فیہ ہے اور اس حدیث کا امام مسلم کی اس حدیث سے جو تعارض آ گیا جس کی سند میں کوئی راوی متکلم فیہ نہیں ہے بلکہ اُس کے سارے راوی بالاجماع مؤثق ہیں، کسی پر کلام نہیں ہوا تو کیا اس صورت میں بھی بخاری کی روایت مسلم کی روایت پر ارجح ہوگی؟ اس کا جواب ''نہیں'' میں ہے۔ اس لیے کہ دونوں کی اسناد کا جب موازنہ ہو گا تو مسلم کی سند زیادہ صحت مند اور اقویٰ ہو جائے گی، اس لیے کہ اس سند کے کسی راوی پر کلام نہیں جبکہ بخاری کی سند کے ایک راوی پر کلام ہے۔ بے شک بخاری کے مطعون راوی کا جواب وافی دے دیا گیا ہے مگر جب موازنہ آئے گا تو مسلم کی روایت اعلیٰ ہوجائے گی۔ اسی طرح اگر یہ طعن مسلم کی سند میں ہے تو بخاری کی روایت اعلیٰ ہوجائے گی۔ لہٰذا جب دونوں روایات عدل اور مساوات کی بنیاد پر پرکھے جائیں گے تو ترتیبِ اصحیت یہ نہیں ہوگی جو امام ابن الصلاح نے بیان کی ہے۔

(جاری ہے)

❁❁❁❁❁

الفقہ: آپ کے فقہی مسائل

قربانی کی فضیلت و اہمیت

قربانی، خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت پا جاتی ہے

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

سوال: ذی الحج کے مہینے کی کیا فضیلت ہے؟ اس کے ابتدائی دس دنوں میں کون کون سے اعمال کرنے چاہئیں؟

جواب: حج و قربانی کی مناسبت سے ماہ ذوالحجہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بے شمار برکتیں اور سعادتیں عطا کر رکھی ہیں۔ آقائے دو جہاں حضور نبی اکرم ﷺ نے پہلی دس راتوں کی عظمت سے متعلق ارشاد فرمایا:

پہلی رات کے چاند کے ساتھ ذوالحجہ کا آغاز ہوتا ہے تو اس کی پہلی دس راتوں میں سے ہر رات اپنی عظمت میں لیلۃ القدر کے برابر ہے۔

جہاں ماہ رمضان المبارک کو منفرد شان والی ایک رات ''لیلۃ القدر'' نصیب ہوئی ہے جس کے اندر چند ساعتیں اللہ کے بندوں کی مغفرت و بخشش کا سامان لیے ہوئے وارد ہوتی ہیں اور جن میں اخلاص کے ساتھ بندہ اپنے رب سے جو بھی بھلی شے طلب کرتا ہے وہ اسے عطا کر دی جاتی ہے۔ وہاں ماہ ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں کو عظمت و فضیلت کا وہ خزانہ عطا کیا گیا ہے کہ اس کی ہر ایک رات رمضان المبارک کی لیلۃ القدر کے برابر ہے۔ جس طرح رمضان المبارک کی برکتوں کو سمیٹ کر عید الفطر میں رکھ دیا گیا اور اس دن کو خوشی کے دن کے طور پر مقرر کر دیا گیا۔ اسی طرح ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں کے اختتام پر اللہ رب العزت نے عیدالاضحیٰ کے دن کو مسرت و شادمانی کے دن کی صورت میں یادگار حیثیت عطا کر دی۔ اس دن کو عرفِ عام میں قربانی کی عید کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مامن ایام العمل الصالح فیھن احب الی اللہ من ھذہ الایام العشرۃ قالوا یارسول اللہ! ولا الجھاد فی سبیل اللہ، قال: ولا الجھاد فی سبیل اللہ الا رجل خرج بنفسہ ومالہ فلم یرجع من ذلک بشئی

ان دس دنوں (عشرہ ذی الحجہ) میں اللہ تعالیٰ کے حضور نیک عمل جتنا پسندیدہ ومحبوب ہے کسی اور دن میں اتنا پسندیدہ و محبوب تر نہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اللہ کے راستہ میں جہاد بھی نہیں؟ فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ ہاں وہ شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ نکلا اور کچھ لے کر گھر نہ لوٹا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما من ایام احب الی اللہ ان یتعبدلہ فیھا من عشر ذی الحجۃ، یعدل صیام کل یوم منھا بصیام سنۃ وقیام کل لیلۃ منھا بقیام لیلۃ القدر. (ترمذی، ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ کو اپنی عبادت بجائے دوسرے اوقات و ایام میں کرنے کے عشرہ ذوالحجہ میں کرنی محبوب تر ہے۔ اس کے ایک دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور اس کی ایک ایک رات کا قیام، لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں عشرۂ ذی الحجہ میں جن اعمال کے کرنے کی فضیلت آئی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ ذکرِ الٰہی کا اہتمام کرنا

اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں ان دس دنوں میں اپنا ذکر کرنے کا خصوصی طور پر تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ. (الحج،۲۲: ۲۸)

’’اور (قربانی کے) مقررہ دنوں کے اندر اللہ نے جو مویشی چوپائے ان کو بخشے ہیں ان پر (ذبح کے وقت) اللہ کے نام کا ذکر بھی کریں‘‘۔

صحابہ کرام اور محدثین و مفسرین کے نزدیک ان ایام معلومات سے مراد عشرۂ ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔

2۔ کثرت سے تہلیل، تکبیر اور تحمید کہنا

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کوئی دن بارگاہ الٰہی میں ان دس دنوں سے زیادہ عظمت والا نہیں اور نہ ہی کسی دن کا (اچھا) عمل اللہ کو ان دس دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب ہے۔ پس تم ان دس دنوں میں کثرت سے لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ کہو۔

سلف صالحین اس عمل کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔ امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ ان دس دنوں میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما تکبیر کہتے ہوئے بازار نکلتے تو لوگ بھی ان کے ساتھ تکبیر کہنا شروع کر دیتے

3۔ بال، ناخن وغیرہ نہ کاٹنا

کوئی شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اور ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہوجائے تو اسے چاہئے کہ قربانی کرنے تک اپنے ناخن بال وغیرہ نہ کاٹے۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا دخل العشر واراد بعضکم ان یضحی فلا یاخذن شعرا ولا یقلمن ظفرا

جب ماہ ذی الحجہ کا چاند نظر آئے (عشرہ ذی الحجہ داخل ہوجائے) اور تم میں کوئی قربانی کا ارادہ کرے تو اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔

سوال: قرآن وسنت کی روشنی میں قربانی کا فلسفہ بیان فرمائیں۔

جواب: قربانی عربی زبان کے لفظ قُرب سے ہے، جس کا مطلب کسی شے کے نزدیک ہونا ہے۔ قُرب، دوری کا متضاد ہے۔ قربان قرب سے مبالغے کا صیغہ ہے۔ امام راغب اصفہانی قربانی کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

القربان مایتقرب به الی الله وصارفی التعارف اسماً للنسیکة التی هی الذبیحة.

قربانی وہ چیز ہے جس کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کیا جائے، شرع میں قربانی سے مراد جانور ذبح کرنا ہے۔

(المفردات للراغب، 408)

قربانی کے لیے قرآن کریم میں تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

۱۔قربانی ۲۔منسک ۳۔نحر

لفظ قربانی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ. (المائدہ،۵: ۲۷)

’’(اے نبی مکرم!) آپ ان لوگوں کو آدم (علیہ السلام) کے دو بیٹوں (ہابیل و قابیل) کی خبر سنائیں جو بالکل سچی ہے جب دونوں نے (اللہ کے حضور ایک ایک) قربانی پیش کی سو ان میں سے ایک (ہابیل) کی قبول کر لی گئی اور دوسرے (قابیل) سے قبول نہ کی گئی تو اس (قابیل) نے (ہابیل سے حسداً و انتقاماً) کہا: میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا اس (ہابیل) نے (جواباً) کہا: بے شک اللہ پرہیزگاروں سے ہی (نیاز) قبول فرماتا ہے‘‘۔

لفظ منسک کو استعمال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ ۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ. (الحج،۲۲: ۳۴)

’’اور ہم نے ہر امت کے لیے ایک قربانی مقرر کر دی ہے تاکہ وہ ان مویشی چوپایوں پر جو اللہ نے انہیں عنایت فرمائے ہیں (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں، سو تمہارا معبود ایک (ہی) معبود ہے پس تم اسی کے فرمانبردار بن جاؤ، اور

(اے حبیب!) عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں‘‘۔

لفظ نحر کو استعمال کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّآ اَعْطَيْنٰکَ الْكَوْثَرَ Oفَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ Oاِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْأَبْتَرُO (الکوثر، ۱۰۸: ۱۔۳)

’’بے شک ہم نے آپ کو (ہر خیر و فضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہے۔ پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں (یہ ہدیۂ تشکرّ ہے)۔ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام ونشاں ہوگا‘‘۔

قرآن کریم سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم پر قربانی لازم کی ہے۔ جیسے ہر امت پر نماز اور روزہ فرض فرمایا ہے۔

ہر انسان کو بڑی بڑی تین نعمتیں ملی ہیں:

(۱)جان کی نعمت: اس کا شکر یہ ہے کہ اپنی تمام صلاحیتوں کو اطاعت خداوندی میں استعمال کیا جائے۔ ہاتھ پاؤں زبان اور دماغ سے مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچایا جائے۔

(۲)مال کی نعمت: اس کا شکر یہ ہے کہ حلال و جائز ذرائع سے مال حاصل کیا جائے، اللہ کی رضا کے لیے غریبوں، ناداروں، یتیموں اور حاجت مندوں کی ضروریاتِ زندگی بہم پہنچانے میں اسے خرچ کیا جائے۔ مال میں وہ پالتو جانور بھی شامل ہیں جو قدرت نے ہمارے لیے مسخر فرمائے ہیں۔ جن سے ہمیں اون، کھال، دودھ اور گوشت حاصل ہوتا ہے ان سے ہم سواری و باربرداری کا کام لیتے ہیں۔ ان کے ایک ایک عضو سے ہمیں بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ ان کا شکر یہ ہے کہ ہم منافع میں ان کو شریک کریں جو اس نعمت سے محروم ہیں۔ سوار و بار برداری کی سہولتوں سے ان کو بھی بہرہ مند کریں، ذبح کریں تو ان کا گوشت دوسروں کو بھی دیں، دودھ جیسی نعمت حاصل ہو تو حسب توفیق ناداروں کو ان کا حصہ ادا کریں۔

(۳)علم کی نعمت: علم مفید حاصل کریں یہ آپ کا پیدائشی حق بھی ہے اور آپ پر فرض بھی۔ اس کی قربانی یہ ہے کہ ہم اس پر عمل کریں۔ اس کو دوسروں تک پہنچائیں اور کوئی علمی بات کسی سے نہ چھپائیں، نہ لالچ سے نہ کسی کے ڈر سے۔

ظاہر ہوا کہ قربانی مسلمانوں پر حسبِ توفیق لازم ہے۔

سورۃ کوثر میں نماز اور قربانی کو ایک ساتھ جمع ہونا اس بات کا غماز ہے کہ جس طرح نماز اپنی شرائط کے ساتھ اوقات مقررہ پر لازم ہے، اسی طرح قربانی بھی اپنی شرائط کے ساتھ اوقاتِ مقررہ پر لازم ہے، جیسے نماز کسی خاص مقام کے ساتھ مقید نہیں، ہر جگہ کے لیے عام ہے، اسی طرح قربانی بھی کسی مخصوص جگہ کے لیے نہیں ہر جگہ کے مسلمانوں کے لیے حکم شرعی ہے۔

امام ترمذی وابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَاعَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ يَوْمَ النَّحْرِ عملاً اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هَراقَةِ الدَّمِوانَّه لَيَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاشعارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ على الارض فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا.

ابن آدم نے قربانی کے دن خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ خدا کے حضور پسندیدہ کوئی کام نہیں کیا اور بے شک وہ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور بے شک خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں مقام قبول میں پہنچ جاتا ہے۔ لہذا خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

(سنن ابن ماجہ، جلد۲، باب ثواب الاضحیہ، رقم: ۱۰۴۵)

پس جو قربانی صدق و اخلاص سے دی جائے، اس قربانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کی بارگاہ میں شرف قبولیت پا جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ، ص۱۲۸ باب الاضحیۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ وَسَمّٰى وَكَبَّرَ قَالَ رَأَيْتُهُ وَاضِعًا قَدَمَهُ عَلٰى صَفَاحِهِمَا وَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ.

رسول اللہ ﷺ نے دو چتکبرے سینگوں والے مینڈھے اپنے ہاتھ سے قربانی کے لئے ذبح فرمائے۔ بسم اللہ پڑھ کر اور اللہ اکبر کہہ کر (بسم اللہ اللہ اکبر) کہتے ہیں، میں نے حضور کو ان کے پہلوؤں پر قدم رکھے دیکھا اور فرماتے جاتے بسم اللہ، اللہ اکبر۔ (مشکوۃ ص ۱۲۷)

اپنے ہاتھ سے قربانی کرنے میں حکمت یہ ہے کہ عمل

قربانی میں انسان کی اپنی دلچسپی ہو۔ اگر آپ نے قربانی کا جانور قصاب کے حوالے کر دیا اور خود کسی اور کام میں مصروف ہوگئے تو اس طرح سے قربانی ہو جاتی ہے لیکن اس میں اس دلچسپی کا مظاہرہ نہ ہوسکا جتنی دلچسپی کا اظہار خون گراتے وقت ظاہر ہونی تھی کیونکہ قربانی کا فلسفہ محض جانور ذبح کر دینا اور گوشت تقسیم کرنا نہ تھا بلکہ ہاتھ سے اس جانور کا خون بہانا تھا اور اگر خون بہانے کا کام جب انسان نے اپنے ہاتھ سے نہ کیا تو عملِ قربانی میں حسنِ نیت اپنے کمال کو نہ پہنچی۔ اس لئے سنت یہ ہے کہ قربانی اپنے ہاتھ سے کی جائے۔

امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والا مینڈھا لانے کا حکم دیا جو سیاہی میں چلتا ہو، سیاہی میں بیٹھتا ہو اور سیاہی میں دیکھتا ہو یعنی اس کے پاؤں، پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوں، وہ قربانی کے لئے حاضر کیا گیا۔ فرمایا عائشہ! چھری لاؤ، پھر فرمایا: اسے پتھر پر تیز کرو میں نے تیز کردی پھر آپ نے چھری پکڑی، مینڈھا لٹایا، اسے ذبح کیا پھر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ

الٰہی! محمد ﷺ، آپ کی آل اور آپ کی امت کی طرف سے قبول فرما۔ (مشکوۃ، ۱۲۷)

قربانی میں مقصود گوشت نہیں ہوتا بلکہ قربانی کے عمل کی روح صرف چُھری چلا کر بسم اللہ، اللہ اکبر کہتے ہوئے اللہ کے نام پر خون بہا دینا ہے۔ پس اس خون کے قطرے کے گرانے کو قربانی کہتے ہیں، جبکہ گوشت کی تقسیم کا معاملہ، عام صدقے کی طرح ایک صدقہ ہے۔ جس طرح آپ اس قربانی کے علاوہ غرباء میں گوشت تقسیم کرتے رہتے ہیں۔

نیز یہ بھی کہ قربانی کے گوشت کی تقسیم کا ایک سنت طریقہ ہے کہ اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ ایک غرباء کے لیے، ایک حصہ رشتہ داروں کے لیے اور ایک حصہ اپنے لیے لیکن اگر اپنی فیملی کے احباب زیادہ ہوں تو خود دو حصے بھی رکھ سکتے ہیں اور اگر دو حصے بھی کفایت نہ کریں تو سارے کا سارا گوشت خود بھی رکھ سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قربانی کا مقصود صرف گوشت کی تقسیم نہیں بلکہ مقصودِ قربانی اللہ کی رضا کے لیے اس کے نام پر خون بہانا ہے۔ مقصود گوشت کی تقسیم نہیں، اگر مقصود گوشت کی تقسیم ہوتی تو یہ عمل تو سال بھر ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا عیدالاضحیٰ پر اللہ کی رضا کے لئے جان کے نذرانے کی علامت کے طور پر خون گرایا جانا قربانی کہلاتا ہے۔

سوال: کیا جانور ذبح کرنے کی بجائے اس کی مالیت کی رقم صدقہ کرنے سے قربانی ساقط ہوجاتی ہے؟

جواب: صاحبِ نصاب مسلمان مرد و عورت پر ۱۰ ذوالحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک) میں جانور قربان کرنا واجب ہے۔ قربانی کی قیمت صدقہ کرنے سے واجب ادا نہیں ہوتا، اس دن کا صدقہ یہ ہے کہ جانور ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کے طور پر دیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: مَا أُنْفِقَتِ الْوَرِقُ فِي شَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ نَحِيرَةٍ فِي يَوْمِ عِيدٍ. (طبرانی، المعجم الکبیر،۴: ۸۳، رقم:۱۴۹۳)

کسی کام میں مال خرچ کیا جائے تو وہ عیدالاضحیٰ کے دن قربانی میں خرچ کیے جانے والے مال سے افضل نہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ.

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس دن میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک (قربانی کے جانور کا) خون بہانے سے بڑھ کر بنی آدم کا کوئی عمل پسندیدہ نہیں ہے۔ (ترمذی، السنن،۴: ۸۳، رقم: ۱۴۹۳)

جس شخص کے ذمہ قربانی واجب تھی کسی وجہ سے ایام النحر میں اس نے قربانی نہیں کی تو اس کے بعد قربانی کی نیت سے جانور ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس شخص کو توبہ و استغفار کرنی چاہئے اور قربانی کے جانور کی مالیت کے برابر صدقہ خیرات کر دینا چاہیے۔ ❀❀❀❀❀

قدوۃ الاولیا حضور پیر سید طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادیؒ

تصوّف روحانیت اور حسنِ اخلاق کا نام ہے

جس تصوّف میں خوش خلقی اور اخلاقِ حمیدہ نہیں اس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں

23 ذوالقعدہ یومِ وصال کی نسبت سے خصوصی مضمون

قدوۃ الاولیا حضرت پیر سیدنا طاہر علاؤ الدینؒ القادری الگیلانی البغدادیؒ کے اخلاق و اوصافِ حمیدہ پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے مرید صادق ہونے کے ناطے اپنے مشاہدات ومحسوسات بیان کرتے ہوئے نہایت پرمغز اور بصیرت افروز گفتگو فرمائی۔ ان اوصافِ حمیدہ کے باب میں گیارہ جستہ جستہ پہلوؤں پر محیط ان مشاہداتی و تاثراتی گہرپاروں کی تلخیص نذرِ قارئین ہے۔

محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے آج سے آٹھ صدیاں پیشتر اسلامی دنیا کے مرکز اور گہوارۂ تہذیب وتمدن کے حامل تاریخی شہر بغداد میں علم ومعرفت اور فیضان و ہدایت کی جو قندیل روشن کی اس کی ضوفشانیاں قیامت تک مسلمانانِ عالم کو سراب کرتی رہیں گی۔ قدوۃ الاولیاء حضرت پیر سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادی اسی خانوادۂ غوثیت مآب کے چشم و چراغ ہیں جنہوں نے خرقۂ ولایت اپنے والدِ گرامی حضرت سیدنا محمود حسام الدین القادری البغدادیؒ سے زیب تن کرکے نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ دنیائے شرق وغرب کے دیگر ممالک میں بھی سلسلۂ قادریہ کی تجدید و توسیع میں ایسی گرانقدر خدمات سرانجام دیں جن کے نقوش جریدۂ عالم سے کبھی محو نہیں ہوسکتے۔

حضور شیخ المشائخ سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادیؒ کے ساتھ میری صحبت کا زمانہ تا یوم وصال کوئی پچیس برسوں پر محیط ہے جس کا تذکرہ اخلاق و اوصافِ حمیدہ کے حوالے سے آپ پر سوانحی کتاب مرتب کرنے والوں کے لئے خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ یادوں کا وہ بے بدل اور گراں بہا خزینہ ہے جس سے انتخاب کرکے حسنِ اخلاق کے جوہر سے ہم اپنی ویران زندگیوں کو پھر سے باغ و بہار میں بدل سکتے ہیں۔ یہاں یہ اصولی بات ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ تصوف و روحانیت از سرتا پا حسنِ اخلاق کا نام ہے۔ خلقِ حسن اور ادبِ حسن یہ دونوں چیزیں جس میں جمع ہو جائیں وہ اچھا صوفی بن جاتا ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے اپنی کم علمی اور بے علمی کی وجہ سے تصوف اور روحانیت کا جو تصور قائم کر رکھا ہے اس میں اب ان چیزوں کی گنجائش بہت کم رہ گئی ہے۔ جس تصوف اور فقر میں خوش خلقی اور اخلاق حمیدہ نہیں اس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔

اولیاء سے بلند درجہ انبیاء علیہم السلام کا ہے جن سے برتر کوئی طبقہ مخلوق میں نہیں۔ بہت سے نبیوں کا ذکر قرآن مجید میں ہوا ہے اور اہم بات یہ ہے کہ جس پیغمبر کا بھی ذکر ہوا ہے اس کے اخلاق حسنہ کے بیان کو اہمیت دی گئی ہے۔

جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا:

وَاذۡكُرۡ فِي الۡكِتٰبِ اِسۡمٰعِيۡلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ

’’اے میرے محبوب ﷺ قرآن حکیم کی تلاوت کرتے ہوئے میرے پیارے بندے اسماعیل کا ذکر بھی کر جو ایفائے عہد کے خوگر اور وعدے کے سچے تھے۔‘‘

اسی طرح قرآن مجید میں مختلف مقامات پر حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیمؑ اور بعض دیگر انبیائے کرامؑ کا جس حوالے سے بھی ذکر کیا گیا ہے وہ اخلاق حسنہ کے گرد گھومتا ہے۔

تصوف کے موضوع پر جن برگزیدہ ہستیوں نے کتابیں لکھیں وہ آسمانِ ولایت کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ وہ امہات الکتب جو تصوف اور روحانیت میں سند کا درجہ رکھتی ہیں ان میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کی کشف المحجوب، حضرت شیخ ابو القاسم قشیری کا رسالہ قشیریہ، امام ابو طالب مکی کی قوت القلوب، ابو النصر سراج کوفی کی کتاب اللمع، امام سلمی کی طبقات السلمی اور حضور سیدنا غوث الاعظمؓ کی معروف تصانیف غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب، الفتح الربانی میں سے کسی کو اٹھا کر دیکھ لیں وہ ساری کی ساری آپ کو اخلاقِ حسنہ پر مبنی ملیں گی۔ آپ کے مواعظِ حسنہ، الہاماتِ کشفی اور خطبات اسی موضوع سے متعلق ہیں۔

اسی طرح خواجہ اجمیرؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت شیخ عمر سہروردیؒ کی کتابیں اور تصوف کی پوری تاریخ کھنگالی جائے یا حضور قدوۃ الاولیا کی تذکرہ قادریہ کا مطالعہ کیا جائے تو اس سے آپ صرف ایک ہی نتیجے پر پہنچیں گے کہ روحانیت و ولایت سرتاپا اخلاق و آداب سے عبارت ہیں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ ولایت نہ جبہ و قبا میں ہے اور نہ چہرے کے جلال و دبدبہ، لہجے کی گرج، آنکھوں کی چمک دمک، تسبیح شماری، پیوندار کپڑے، اعلیٰ ریشمی لباس پہنے، کٹیا یا محل میں رہنے سے ہے، یہ ساری چیزیں ولایت اور روحانیت سے لاتعلق ہیں۔ ولی کوئی بھی ہوسکتا ہے خواہ وہ بوعلی قلندرؒ کی طرح پھٹے لباس میں ہو یا حضور غوث الاعظمؓ کی طرح ستر ہزار دینار کی دستار پہنے ہوئے ہو، کوئی سوکھی روٹی پانی میں ڈبو کر کھانے والا ہو یا شاہی دسترخواں سے بھی بڑے لنگر خانے کا مالک نظام الدین اولیاءؒ ہوں۔

حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ کے نام اور مقام سے کون واقف نہیں؟ ان کے احوالِ سیرت میں ہے کہ دور دراز کی مسافت طے کر کے کوئی شخص آپ کی خدمت میں مرید بننے کے لئے حاضر ہوا اور چالیس دن صحبت میں گزار کر بیعت کئے بغیر واپس جانے لگا تو آپ نے اس کو واپس بلالیا اور پوچھا کس لئے آئے تھے اور جا کیوں رہے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ حضرت بیعت کرنے کے لئے آیا تھا لیکن اتنے دن آپ کی صحبت میں گزارے مگر کوئی کرامت ہوتی نہیں دیکھی اس لئے کسی اور آستانے کی طرف جا رہا ہوں۔ آپ فرمانے لگے اے شخص بیعت کر یا نہ کر، تیری مرضی مگر ایک بات کا جواب دیتا جا، فرمایا: کیا تو نے ان چالیس دنوں میں جو ہمارے پاس گزارے ہمارا کوئی کلام یا کوئی فعل حضور ﷺ کی سنت مبارکہ کے خلاف دیکھا؟ کہنے لگا کہ حضرت ایسی تو کوئی بات نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا کہ جا ہمارے پاس اس سے بڑی کرامت اور کوئی نہیں۔ اولیاء اللہ کا فرمان ہے ''الاستقامۃ فوق الکرامۃ'' حضور ﷺ کے دین پر چلتے چلتے استقامت آجائے تو یہ کرامت سے بھی بڑی بات ہے۔

حضور بایزید بسطامیؒ وہ ہستی ہیں جن کے بیس سال اس عالم میں گزرے کہ وہ اللہ سے ہمکلام ہوتے تھے لیکن لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ہم سے خطاب کر رہے ہیں۔ وہ سنت رسول اللہ ﷺ پر قائم رہنے کو اور ثابت قدم رہنے کو کرامت سے بھی بلند تر مقام دے رہے ہیں۔ اس طرح اور بھی اولیاء کرام کے واقعات ہیں جن کے تذکرے کا یہ محل نہیں۔ ہمارا موضوع حضور پیر سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادیؒ کے اخلاقِ حمیدہ کے گیارہ اوصاف ہیں جن کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

پہلا وصف: سکوت کثیر، کلام قلیل

حضور پیر صاحب کثیر السکوت اور قلیل الکلام تھے۔ آپ مجالس میں ہوتے تو سکوت کثیر اور کلامِ قلیل فرماتے یعنی بولتے کم اور زیادہ دیر خاموش بیٹھے رہتے۔ حضرت سنتِ نبوی ﷺ اور سنتِ غوثیہ پر عمل پیرا ہوتے۔ آپ کا معمول تھا کہ سر مبارک جھکا کر دیر تک دوسروں کا کلام سنتے رہتے۔ ہم نے اکیس سالہ دور میں حضرت کی زندگی میں خلق کا یہ پہلو بدرجہ اتم دیکھا اور یہ ہم سب کے لئے بہت سبق آموز ہے۔

دوسرا وصف: حسبِ حال اور حسبِ ضرورت کلام

حضرت میں دوسری خوبی یہ تھی کہ حاضرین و سامعین کے حسبِ حال اور حسبِ ضرورت کلام فرماتے۔ اگر علماء سامنے ہوتے

تو علمی گفتگو فرماتے جس سے ان کی تشنگی دور ہوتی، مریدین، فقراء اور روحانی الذہن افراد ہوتے تو ان کی ضرورت کے مطابق کلام کرتے اور ریاضت کی تلقین کرتے۔ طلبہ حاضر ہوتے تو آپ کے کلام میں ان کی رہنمائی کا سامان ہوتا، اطباء اور حکماء ہوتے تو آپ کی گفتگو طب اور حکمت کے لطائف و رموز سے مزین ہوتی۔ مختلف اقسام کے پتھروں کا موضوع چھڑتا تو آپ اس پر معلومات کا دریا بہا دیتے، علم جغرافیہ اور سمندری علوم کا کوئی ماہر سامنے ہوتا تو آپ کی گفتگو میں ایسے ایسے گوشے بے نقاب ہوتے کہ عقل دنگ رہ جاتی۔ اسی طرح علم جفر، رمل اور علم نجوم پر آپ حسب ضرورت سیر حاصل گفتگو فرما لیتے اور اس کا کوئی پہلو تشنہ نہ چھوڑتے۔ سیاست اور بین الاقوامی امور پر گفتگو فرماتے تو اس کے ہر گوشے اور ہر پہلو پر آپ کی گہری نظر ہوتی۔

یہ بات شاید بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ حضرت اوائل عمر میں یو این او میں عراقی وفد کی قیادت اور نمائندگی بھی کر چکے ہیں۔ برطانیہ میں ایک سرکاری وفد کی قیادت کے علاوہ حکومت عراق کی سیاسی اور دیگر امور میں عظیم خدمات سرانجام دیں۔ اس ضمن میں ایک واقعے کا تذکرہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا ہم لندن کے ایک ہوٹل میں کھانے کے لئے گئے تو وہاں ایک پاکستانی سے ملاقات ہوئی جو پنجاب یونیورسٹی میں میرا شاگرد رہ چکا تھا اور ان دنوں وہاں ایل ایل ایم کرنے گیا ہوا تھا، وہ لندن ہی میں مقیم تھا۔ میں نے اسے حضرت کے پاس بیعت کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ آپ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوا تو اس نے بل کے پیسے ادا کرنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو آپ نے منع فرمادیا۔ وہ مصر ہوا کہ حضور آپ ہمارے مہمان ہیں۔ آپ نے اس سے سنِ پیدائش پوچھا تو اس نے بتایا، اس پر آپ فرمانے لگے کہ تمہارے پیدا ہونے سے دس سال پہلے میں عراق کے سرکاری وفد کی قیادت کرتے ہوئے آیا تھا۔ بولو مہمان آپ ہیں یا ہم؟

اسی طرح ایک اور موقع پر ایک شخص نے لندن ہی کے ایک ہوٹل میں یہ کہہ کر کھانے کا بل ادا کرنے کی کوشش کی کہ حضور آپ سفر میں ہیں اور سفر میں کرنسی محدود ہوتی ہے، لہذا مجھے بل ادا کرنے دیں۔ اس کی یہ بات سن کر آپ نے اپنی عبا کی جیب میں ہاتھ ڈال کر کوئی بارہ چودہ ملکوں کی کرنسیوں کا انبار لگادیا۔

آپ کا ایک مرید ایک گمنام جزیرے کا رہنے والا تھا۔ آپ نے اثنائے گفتگو اس جزیرے کی ایسی تفصیلات بیان کردیں جو خود اسے بھی پہلے معلوم نہ تھیں۔ بہت سارے واقعات جن کی تفصیل طوالت کا باعث ہوگی اس بات پر شاہد ہیں کہ اپ ہر سامع کی افتادِ طبع، مزاج اور علمی استعداد کے مطابق کلام فرماتے اور اس میں کوئی ضروری پہلو تشنہ نہ رہتا۔

تیسرا وصف: صدق و راست گوئی

سچ بولنا، سچ سنتا اور سچ کو پسند کرنا آپ کی فطرتِ ثانیہ تھی۔ اگر کوئی شخص آپ کی مجلس میں غلط بیانی سے کام لیتا تو آپ کا غصہ اور جلال دیدنی ہوتا۔ آپ جھوٹ کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ آپ سراپا صداقت اور سچائی ہی سچائی تھے۔ راست بازی اور راست گوئی آپ کے خمیر میں شامل تھی۔ آپ کی طبعیت مبارکہ تھی کہ آپ کبھی گول مول بات نہیں کرتے تھے۔

چوتھا وصف: ایفائے عہد و پابندی وقت

حضرت جو وعدہ کرتے وہ پورا کرتے، کبھی زندگی میں وعدہ خلافی نہیں کی، ایفائے عہد اور پابندی وقت کا بہت اہتمام فرماتے۔ حضور ختمی مرتبت ﷺ کی مکمل اتباع کو اپنا شعار بنائے ہوئے تھے جن کے بارے میں ارشاد باری ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَه

اس فرمان خداوندی کے مطابق حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے آپ کی شخصیت رنگی ہوئی تھی۔ سیرت مبارکہ جو اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کے فرمان **احسنکم ایمانا و احسنکم اخلاقا** (تم میں سب سے بڑھ کر ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہے) کا فیضان پوری طرح آپ کی زندگی میں رچ بس گیا تھا۔

پانچواں وصف: مہمان نوازی، سخاوت، دسترخوان کی کشادگی

یہ مشاہدے کی بات ہے کہ مہمان نوازی حضرت کی شخصیت کا لازمی جزو تھی۔ آپ کے دسترخوان جیسا وسیع بادشاہ کا دسترخواں نہ ہوگا۔ تحریک کے آغاز کے ابتدائی دور میں درسِ

قرآن کے سلسلے میں جب میں کوئٹہ یا کراچی جاتا تو تین چار دن کے قیام کے دوران میرے لئے حکم ہوتا تھا کہ کھانا مستقلاً ان کے ہاں کھاؤں، کسی اور جگہ کھانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ میں نے ہمیشہ آپ کے دسترخوان پر علماء، تاجر اور سیاسی لوگوں کو پایا۔ ہر کھانے پر اتنا بڑا دسترخوان بچھا ہوتا کہ ڈیڑھ دو درجن لوگ شریک طعام ہوتے، ہر دسترخوان کی کشادگی کا یہی حال ہوتا، یوں لگتا کسی بادشاہ وقت کا دسترخوان ہے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ یہ غوث الاعظمؓ کا دسترخوان تھا جو کسی سلطانِ عالم کے دسترخوان سے کم نہ تھا، پھر دسترخواں پر چنے ہوئے کھانوں کو شرکائے طعام دیکھتے تو عش عش کر اٹھتے۔ اس پر ایسے پھل موجود ہوتے جن کے نام بھی بہت سوں نے نہ سنے ہوتے۔ خود مجھے ایسا اتفاق ہوا اور ایسے پھل کھانے کو ملے جن کے نام سے بھی میں آشنا نہ تھا۔ حضرت کا دسترخواں صحیح معنوں میں ایک بین الاقوامی دسترخوان تھا جس پر بہت سی نادر ڈشیں موجود ہوتیں۔

چھٹا وصف: علم اور اہلِ علم کی تعظیم و تکریم

حضور پیر صاحب چونکہ خود صاحب علم، علم کا سمندر اور علم کے بڑے قدر دان تھے، علماء کی تکریم فرماتے اور ان کی خاطر مدارات کرنے میں وسیع القلبی کا مظاہرہ کرتے۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے علم اور علماء کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ آپ بھی اہل علم حضرات کی بہت تکریم کرتے اور حضور ﷺ کی سنت مبارکہ پر عمل پیرا تھے حالانکہ وہ خود علم کا بحر بیکراں تھے جبکہ ہماری مثال سمندر کے مقابلے میں ایک قطرے کی ہے۔

ساتواں وصف: امراء و حکام کے دروازے پر جانے سے اجتناب

حضرت سربراہِ وقت، امراء و حکام کے دروازے پر کبھی نہ جاتے تھے۔ آپ نے کسی اہل دنیا کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کیا تھا۔ آپ سائل نہیں بلکہ معطی تھے اور ہمیشہ معطی رہے۔ آپ کا ہاتھ دینے والا تھا، لینے والا نہیں تھا، آپ حضور غوث پاکؓ کی سنت پر دل و جاں سے عمل کرتے تھے۔ امراء اور بڑے بڑے متمول افراد کے ہاں آنا جانا کبھی آپ کا معمول نہ تھا بلکہ اس کے برعکس بڑے بڑے صاحب ثروت اور دنیا دار لوگ آپ کے دروازے پر سائل بن کر آتے تھے۔ لوگوں نے سابق صدر محمد ایوب خان اور جنرل ضیاء الحق کو آپ کے درِ دولت پر آتے دیکھا۔ وہ اگر چاہتے تو ایک اشارہ ابرو پر حاکمانِ وقت سے جو چاہتے حاصل کر سکتے تھے مگر استغناء اور شان بے نیازی آپ کے کردار سے جھلکتی تھی جو کسی اہل دولِ سے رسم وراہ رکھنے میں حائل تھی۔ چشم فلک نے بار ہا منظر دیکھا کہ دنیادار لوگ بار ہا آپ کے دروازے پر آتے لیکن آپ نے کسی سربراہ، حاکم، امیر کے دروازے پر جانے کا سوچا بھی نہیں۔

آٹھواں وصف: اتباعِ شریعتِ محمدی ﷺ اور ناموسِ رسالت کی حمیت

حضرت خلقِ محمدی ﷺ کا مکمل نمونہ تھے۔ دُنیااسلام، شریعت محمدی ﷺ اور ناموسِ رسالت کی غیرت وحمیت آپ کے ریشے ریشے میں رچی بسی ہوئی تھی۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی شان میں ادنیٰ گستاخی بھی برداشت نہ کرتے تھے۔ اگر کسی کی طرف سے دریدہ دہنی کا ارتکاب دیکھتے تو اس وقت آپ کی رگِ حمیت بھڑک اٹھتی اور آپ کا غصہ وجلال دیدنی ہوتا۔

نواں وصف: کمال درجہ وضعداری تقویٰ اور پرہیزگاری

آپ زہد و ورع، تقویٰ و پرہیزگاری، پابندی شریعت اور اتباع سنت میں استقامت کے کوہِ گراں تھے۔ آپ کی پوری زندگی اطاعتِ حق اور سنتِ نبوی ﷺ کی مطابعت کا نمونہ تھی، طہارت، تقویٰ و پرہیزگاری کے اتنے عظیم پیکر تھے کہ آپ کا ظاہر بھی آپ کے باطن کی طرح بے داغ صاف ستھرا اور اجلا ہوتا تھا۔ حددرجہ وضعدار تھے، کبھی آپ کے ساتھ تنہائی کے لمحات میسر آتے تو مجھ پر اتنی شفقت فرماتے جو بیان سے باہر ہے۔ مجھے طاہر کہہ کر پکارنا آج بھی یاد آتا ہے تو کان آج بھی اس پکار کو ترستے ہیں۔ وہ تنہا ایسی ہستی تھی جو میرے لیے شفقت پدرانہ کے بے پناہ جذبات رکھتی، میری سماعت میں

آج بھی وہ شیریں الفاظ رس گھولتے ہیں، ہمیشہ سفید لباس زیب تن کیے رہتے جس پر کبھی کوئی ہلکا سا دھبہ یا داغ نہ ہوتا۔ تقوی اور پرہیزگاری کا اتنا خیال رکھتے کہ اتباع سنت اور خلقِ مصطفویﷺ آپ کا اوڑھنا بچھونا ہوتا تھا، پوری زندگی ظاہری و باطنی طہارت کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔

دسواں وصف: خوش اخلاقی اور حقوق العباد کی پاسداری

حضرت انتہائی خلیق، خوش مزاج اور خوش اخلاق تھے۔ آپ کے چہرہ مبارک پر ہر وقت تبسم کھلتا رہتا، نیم وا لبوں پر اکثر مسکراہٹ رہتی جو ایک جمال آفریں کیفیت کی آئینہ دار تھی، جب بھی آپ کسی مرید یا عقیدت مند سے بات کرتے تو شفقت پدری بولتی محسوس ہوتی۔ کسی کی عزت نفس کو مجروح نہ ہونے دیتے، جو بات کہتے شائستگی اور اخلاق کے دائرے کے اندر ہوتی اور اگر کسی پر غضبناک بھی ہوتے تو خلافِ حق اور ظلم و زیادتی کی بات پر ہوتے ورنہ وہ ہر ایک کے لئے سراپا رحمت اور سراپا شفقت تھے۔ نرمی و شفقت اور اخلاق کے ساتھ ملتے، کسی ملاقاتی سے مصافحہ کرتے تو پورا ہاتھ ملاتے اور ہمہ تن متوجہ ہوتے۔ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والا ہر شخص یہ سمجھتا کہ مجھ پر سب سے زیادہ شفیق ہیں۔ مجلس میں ایک ایک آدمی پر نظر ہوتی۔ آپ کی نگاہیں ہر ایک کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہوتیں سب سے یکساں محبت و عاطفت سے پیش آتے۔

گیارہواں وصف: فراست و بصیرت

ایک خاص خوبی جو حضور غوث پاک کی نسبت سے خاص اہمیت کی حامل ہے۔ آپ کی سوچ اور فکر میں بہت وسعت اور کشادگی تھی، تنگ نظری نام کو نہ تھی۔ آپ کے انداز میں بے پایاں حکمت و تدبر، بصیرت اور فراست تھی جو سالہا سال کے تجربات کا حاصل تھی۔ کسی کی چھوٹی سی کہی ہوئی بات سن کر فوراً تہہ تک پہنچ جاتے۔

آپ کی بصیرت اور فہم و فراست کے مظاہرے کئی بار دیکھنے کو ملے۔ جب آپ نے مجھے تنہائی میں بٹھا کر نصیحت فرمائی کہ فلاں شخص ایسا ہے اس سے بچ کے رہنا، وہ ایسا ہے اس سے ایسا تعلق رکھنا۔ آپ میری تربیت فرماتے رہتے تھے، اللہ کی عزت کی قسم! آپ نے اپنے زندگی بھر کے تجربات کی روشنی میں جس کسی کے بارے میں جو کچھ فرمایا ان کو بلا کم و کاست ویسا ہی پایا۔ میرے شیخ کامل صوفیانہ بصیرت کے مالک تھے، طبیعت میں اعتدال تھا، انتہا پسندی نام کو نہ تھی، وسعتِ نظری تھی، کشادہ ظرفی تھی۔

آخری بات ایک علمی مسئلے پر پاکستان کے بیشتر علماء نے میرے خلاف فتوے دیئے۔ آپ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے فرمایا کہ علمی بحث اپنی جگہ کسی سے جھگڑا نہیں کرنا چاہئے۔ ان میں سے اکثر لوگ آپ سے حسد کرتے ہیں ان کے منہ نہ لگیں۔ ایسی باتوں سے جو خلفشار کا موجب بنیں، بچنا چاہیے۔ حضور قدوۃ الاولیاء کے اخلاق عالیہ کے یہ گیارہ گوشے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان کا صحیح خوشہ چین بنائے اور ہم ان کے فیض سے اپنے دامن کو مالا مال کرتے رہیں۔

❁❁❁❁❁

﴿مبارکباد﴾

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے محترم نوراللہ صدیقی کو نائب ناظم اعلیٰ میڈیا افیئرز کی ذمہ داریاں تفویض کی ہیں۔ موصوف میڈیا سے متعلق تحریک کے جملہ شعبہ جات کے نگران ہوں گے۔ ہم محترم نوراللہ صدیقی کو اس اہم ذمہ داری سنبھالنے پر دل کی عمیق گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت انہیں اپنی جملہ صلاحیتیں مصطفوی مشن کے فروغ کے لیے بروئے کار لانے کی توفیق مرحمت فرمائے اور احیائے اسلام وتجدید دین کے اس مصطفوی مشن میں استقامت عطا فرمائے۔

شعبہ طب انسانی خدمت کا بے مثال ذریعہ ہے: ڈاکٹر طاہرالقادری

کورونا وائرس کی وباء میں ڈاکٹرز نے اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر دوسروں کی جانیں بچائیں

شیخ الاسلام نے ڈاکٹرز، طبی عملہ کو بے مثال انسانی خدمت انجام دینے پر خراج تحسین پیش کیا

ایم ایس ایم سسٹرز پاکستان کے زیر اہتمام منعقدہ آن لائن اجلاس سے شیخ الاسلام کا خصوصی خطاب

خصوصی رپورٹ

قائد تحریک منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے 4 جولائی 2020ء کو 8 سو سے زائد ڈاکٹرز، پروفیسرز، نرسز، میڈیکل سٹوڈنٹس اور پیرا میڈیکل سٹاف کو ایک آن لائن اجلاس کے دوران خطاب کیا۔ یہ اجلاس کورونا وائرس کی وباء کے دوران ڈاکٹرز اور طبی عملہ کو خراج تحسین پیش کرنے کے تناظر میں منعقد کیا گیا۔ آن لائن اجلاس کا اہتمام ایم ایس ایم سسٹرز پاکستان نے کیا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنی گفتگو میں کہا کہ کورونا وائرس کی وباء میں ڈاکٹرز، نرسز، پیرا میڈیکل سٹاف نے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر دوسروں کی جانوں کا تحفظ کیا۔ اللہ نے فرمایا ہے جس نے ایک انسان کی جان بچائی گویا اس نے پوری انسانیت کو بچایا۔ انسانی صحت اور جان کے تحفظ کیلئے کردار ادا کرنے والے ڈاکٹرز انسانیت کی خدمات کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات بھی بجا لاتے ہیں، ان کی قدر کی جائے۔

انہوں نے کورونا وائرس کی وباء کے دوران بے مثال خدمات انجام دینے والے ڈاکٹرز، نرسز اور پیرامیڈیکل سٹاف کے جذبہ خدمت انسانی کو سراہا اور خراج تحسین پیش کیا، ڈاکٹر طاہرالقادری نے کہا کہ غیر اسلامی دنیا کے ڈاکٹر انسانیت کی خدمت اور بقاء کے لئے اپنا کردار ادا کرتے ہیں جبکہ مسلم دنیا کے ڈاکٹرز انسانیت کی خدمت اور بقاء کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے طبی خدمات انجام دیتے ہیں۔ شعبہ طب دکھی انسانیت کی خدمت کا بہترین اور باوقار راستہ ہے۔

انہوں نے کہا کہ ڈاکٹرز کو بعض اوقات اپنے تمام تر اخلاص کے باوجود نامساعد اور ناپسندیدہ رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جہاں یہ بہت ہی فضیلت والا شعبہ ہے وہاں ایک تھینکس لیس جاب بھی ہے کیونکہ جن کا کوئی پیارا دوران علاج اپنے وقت مقررہ پر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو لواحقین اس کا ذمہ ڈاکٹرز کو ٹھہراتے ہیں۔ بسااوقات ڈاکٹرز بھی اپنی تمام تر خدمت اور محنت کے باوجود دلبرداشتہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے تمام ڈاکٹرز کیلئے میں کہوں گا کہ آپ اپنا اجر اللہ سے مانگیں، آپ ایک انسان کی جان بچاتے ہوئے درحقیقت پوری انسانیت کو بچا رہے ہوتے ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے کہا کہ اللہ رب العزت کا شکر ہے جس نے اپنے خاص فضل و کرم سے ہمیں یہ توفیق عطا فرمائی ہے کے جہاں تک ممکن ہو سکا ہم نے انسانیت کی خدمت کی ہے۔ زندگی میں انسان کسی بھی کام کے لئے اپنے کردار اور اہداف کا تعین کرتا ہے اور پھر ان اہداف کو حاصل کرنے کیلئے بتدریج آگے بڑھتا ہے اور وہ تمام کوششیں بروئے کار لاتا ہے جو اس کی زندگی کا مقصد و محور ہوتی ہیں۔ ڈاکٹرز ہماری مسلم سوسائٹی میں بھی ہوتے ہیں اور ڈاکٹرز مغربی

دنیا میں بھی ہوتے ہیں۔ مغربی دنیا کے ڈاکٹرز کی سوچ مکمل طور پر سیکولر ہوتی ہے وہ ہر کام کو انسانیت کی خدمت کے تناظر میں انجام دیتے ہیں۔ اسلامی سوسائٹی میں اس بات کا ایک خاص امتیاز ہے کہ مسلم سوسائٹی کا ڈاکٹر انسانیت کی خدمت کے ساتھ ساتھ مذہب اور اس کے روحانی پہلوؤں کو بھی پیش نظر رکھتا ہے یعنی اس کے پیش نظر دنیا کے ساتھ ساتھ دین بھی ہوتا ہے اور اخروی امور کو بھی مسلم سوسائٹی کا ڈاکٹر پیش نظر رکھتا ہے۔

آیئے قرآن وسنت کی روشنی میں ایک ڈاکٹر کے منصب اور وقار کا جائزہ لیتے ہیں۔ سورہ المائدہ کی آیت نمبر 32 اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس نے ایک جان بچائی اس نے پوری انسانیت کی جان بچائی۔ اس سے طب کے شعبے اور ڈاکٹر کی قدر و منزلت کا اندازہ ہو تاہے۔ ڈاکٹرز اپنی زندگی میں سیکڑوں، ہزاروں افراد کی جانیں بچاتا ہے، ان کا علاج کرتا ہے جبکہ قرآن مجید کہہ رہا ہے کہ جس نے ایک انسان کی جان بچائی اس نے پوری انسانیت کو بچایا۔

آیئے فرامین نبوی ﷺ کی روشنی میں انسانی جان اور اس کی حرمت جانتے ہیں۔ حضور ﷺ ایک دن کعبہ کا طواف فرمارہے تھے اور طواف کے دوران آپ نے کعبۃ اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے کعبہ تو کتنا پاک ہے اور تیری فضا کتنی خوشگوار ہے تو کتنا عظیم المرتبہ ہے اور تیری حرمت اور عزت کتنی عظیم ہے، یہ سب کچھ کہہ کر فرمایا: اللہ کی عزت کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، ایک مومن کی جان اور مال اور اس کی حرمت اور عزت اللہ کے ہاں تیری عزت اور حرمت سے زیادہ ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے ایک انسان کی جان بچ گئی تو اللہ کے گھر کعبہ پر حملہ اور اسے پامال یا منہدم ہونے سے بچا لیا۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ جس کا مفہوم ہے کہ اگر زمین و آسمان کسی ایک شخص کی جان لینے کے عمل میں شریک ہوجائیں تو اللہ تمام کو جہنم میں پھینک دے گا کیونکہ ایک بے گناہ انسان کی جان ہر چیز سے زیادہ قیمتی اور محترم ہے۔

ڈاکٹرز حضرات ایک انسان کی جان بچانے کے لئے ہمہ وقت مصروف عمل رہتے ہیں ،یعنی اللہ نے ایک شخص کی جان ضائع کرنا گوارا نہیں کیا۔

آیئے اب صحت کی اہمیت کا فرامین نبوی ﷺ کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: انسان کی جان اور صحت بچانا اللہ کو اپنے قرآنی احکامات سے بھی زیادہ عزیز ہے آپ یوں سمجھیں جان ہوگی تو ایمان ہوگا۔ نماز کا حکم آیا، نماز پڑھنا بہت ضروری ہے لیکن بیماری کے لئے نرمی کا حکم دیا یعنی کوئی شخص کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھ لے، بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر اشاروں سے پڑھ لے یعنی اللہ نے اپنے احکامات کو انسان کی صحت کے تناظر میں تبدیل کر دیا اور تخفیف کر دی۔ اسی طرح جو شخص بیمار ہے روزہ نہیں رکھ سکتا، سفر میں ہے روزہ نہیں رکھ سکتا تو اسے ریلیف دے دیا، اگر کوئی وضو نہیں کر سکتا ،شرعی عذر ہے تو اسے تیمّم کی سہولت دے دی، اس سے انسانی صحت کی اہمیت اور حرمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایک صحابی وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک روز حاضر نہیں ہوئے، وہ بیمار تھے، آپ نے پوچھا تو وہ موجود نہیں تھے جب بعد میں وہ صحابی حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ مجھے غسل کی ضرورت تھی اور میں بیمار تھا اور پانی بہت ٹھنڈا تھا مجھے خیال گزرا کہ اگر ٹھنڈے پانی سے غسل کیا تو کہیں مر نہ جاؤں تو میں غسل نہیں کر سکا، اس لیے میں نے مناسب نہیں جانا کے آپ کے کجاوے کو ہاتھ لگاؤں آقا علیہ سلام یہ سن کر مسکرا دیئے اور اسی وقت جبریل امین آیت تیمّم لے کر نازل ہوگئے۔

اگر آپ بیمار ہیں، پانی ٹھنڈا ہے، اس سے آپ کے مرض کے بڑھنے کا ڈر ہے تو وضو نہ کرنے اور تیمّم کر لینے کی سہولت مہیا کی گئی۔ اسی طرح انسانی جان اور صحت کے تحفظ کے لئے وباء کے دوران نماز مسجد میں آ کر پڑھنے کی بجائے گھروں میں پڑھنے کی سہولت مہیا کی گئی۔ صحت کی اہمیت کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ میں مساجد کو طبی مراکز کے طور پر بھی استعمال کیا گیا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ڈاکٹرز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آج کل کرونا وائرس کے دور میں جب ابھی اس کا علاج دریافت نہیں ہوا جس کو ہوتا ہے اسے اپنی

موت نظر آتی ہے، ہر کوئی بے بس ہوجاتا ہے سو اس بے بسی کے عالم میں ڈاکٹرز اپنی جان داؤ پر لگا کر متاثرین کا علاج کررہے ہیں۔ یہ بات بھی تکلیف دہ ہے کہ ڈاکٹرز کو مطلوبہ حفاظتی اشیاء بھی فراہم نہیں کی جا رہیں، اس کے باوجود ڈاکٹرز متاثرین کا علاج کررہے ہیں، یہ بہت بڑی خدمت ہے اور اللہ کے ہاں اس کا اجر بھی بڑا عظیم ہے۔

آقا علیہ سلام نے فرمایا: جو شخص کسی کی پریشانی کو رفع کرتا ہے، قیامت کے دن اللہ پاک اس کی پریشانی کو دور کردے گا۔حضرت انس فرماتے ہیں جو شخص کسی کی پریشانی دور کرنے کے لئے ایک قدم چلتا ہے اللہ رب العزت اس کے پہلے قدم سے لے کر آخری قدم تک اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھتے ہیں اور اس کے سارے گناہ معاف کردیتے ہیں۔ یہ حدیث پڑھ کر ایسے لگا کے آقا علیہ سلام نے آج کا زمانہ دیکھ یہ سب فرمایا۔ آج ڈاکٹرز دوسروں کی پریشانی دور کرنے کے لئے چلتے ہیں، خوشدلی کے ساتھ مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کرتے ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا حیات طیبہ کا مدینہ منورہ کا آخری خطاب ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مریض کا علاج کرے اور پوری ایمانداری کے ساتھ اس کے لئے جدوجہد کرے، اللہ نے فرمایا اس کے گناہ اس طرح معاف کر دیئے جاتے ہیں جیسے بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے شرکائے اجلاس، جملہ ڈاکٹرز اور طبی عملہ کو تحریک منہاج القرآن کی طرف سے انسانیت کی بے لوث خدمت پر مبارکباد دی اور ان ڈاکٹرز کے لئے درجات کی بلندی کی دعا کی جو کورونا وائرس کی وباء کے دوران خالق حقیقی سے جا ملے۔ اجلاس سے نائب صدر تحریک منہاج القرآن بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان، ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن خرم نواز گنڈاپور، ویمن لیگ کی مرکزی صدر فرح ناز، ناظمہ سدرہ کرامت اور ایم ایس ایم سسٹرز پاکستان کی صدر قراۃ العین فاطمہ نے بھی خطاب کیا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری نے شاندار اجلاس کے انعقاد پر ایم ایس ایم سسٹرز پاکستان کو مبارکباد دی۔ ❁❁❁❁❁

کارکنان و تنظیمات متوجہ ہوں!

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

تجدید و احیائے دین، دعوت و تبلیغ حق، اصلاح احوال امت اور ترویج و اقامت اسلام کے عظیم مصطفوی مشن کے فروغ کے لئے کوشاں

ماہنامہ منہاج القرآن

فی شمارہ: 35 روپے
سالانہ خریداری: 350 روپے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور تحریک منہاج القرآن کے مصطفوی پیغام کو اپنے علاقے میں موجود پبلک لائبریریز، کالجز، سکولز، عوامی مقامات دوست احباب اور علاقے کی موثر شخصیات تک پہنچانے کے لئے

سالانہ خریداری کی صورت میں تحفہ بھجوائیں

365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 042-111-140-140 Ext:128
www.minhaj.info Email:mqmujallah@gmail.com

اللہ رب العزت نے فرمایا کہ ’’اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (شخص) کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کرلیا کرو‘‘

قرآن و سنت کے تناظر میں سوشل میڈیا ایکٹیوسٹ کیلئے ضابطہ اخلاق

چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کی منہاج یوتھ لیگ کی تربیتی ورکشاپ میں خصوصی گفتگو

خصوصی رپورٹ

منہاج القرآن انٹرنیشنل کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے 9 جولائی 2020ء کو منہاج یوتھ لیگ کے زیر اہتمام منعقدہ تربیتی سیشن کے اختتامی اجلاس میں ’’قرآن و سنت کے تناظر میں سوشل میڈیا کے لئے ضابطہ اخلاق‘‘ کے موضوع پر اہم گفتگو کی۔ یہ گفتگو تحریک منہاج القرآن، عوامی تحریک کے سوشل میڈیا ایکٹیوسٹ کے ساتھ ساتھ ہر اس فرد کے لئے ہے جو کسی نہ کسی شکل میں سوشل میڈیا پر اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ چیئرمین سپریم کونسل نے بڑی تفصیل کے ساتھ سوشل میڈیا کی اخلاقیات پر گفتگو کی ہے، اس گفتگو کا ہر حصہ اخلاقی تربیت کا آئینہ دار ہے۔

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے اہم موضوع پر کانفرنس کے انعقاد پر مظہر محمود علوی، محمد عمر قریشی (سوشل میڈیا ہیڈ منہاج یوتھ لیگ)، رائے ساجد حسین کوآرڈینیٹر، حافظ آصف جوئیہ ڈپٹی کوآرڈینیٹر، محسن شہزاد مرکزی سوشل میڈیا سیکرٹری، عمران بلوچ، شان گجر، جاسم مغل، قاسم مصطفوی، سید محسن رضا نقوی سمیت تمام منتظمین کو مبارکباد دی۔

چیئرمین سپریم کونسل نے اپنے ابتدائی کلمات میں کہا کہ بلاشبہ کورونا وائرس کی وباء کے دوران منہاج یوتھ لیگ نے مختلف موضوعات پر آن لائن ٹریننگ ورکشاپ منعقد کر کے وقت کا بہترین استعمال کیا اور اپنے قائد شیخ الاسلام کی تربیت اور ہدایات پر عمل کر کے تحریک کے قابلِ فخر فرزند ہونے کا ثبوت دیا، میں ایک اہم اور ناگزیر موضوع پر تربیتی سیشن کا اہتمام کرنے پر یوتھ لیگ کی پوری قیادت اور سوشل میڈیا ٹیم کو مبارکباد دیتا ہوں۔ چیئرمین سپریم کونسل نے اپنے صدارتی خطاب میں درج ذیل پہلوؤں پر گفتگو فرمائی:

سوشل میڈیا رواں صدی کا برق رفتار ذریعہ ابلاغ

سوشل میڈیا رواں صدی کا ایک جدید اور برق رفتار ذریعہ ابلاغ ہے، جماعتیں، تحریکیں اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے لئے آج کل سوشل میڈیا کا بھرپور استعمال کررہی ہیں، سوشل میڈیا نے آج ہر شخص کو ایک ہی وقت میں صحافی، اینکر، کالم نویس، اینکر پرسن، مبلغ اور ناصح بنا دیا ہے، یہ میڈیم جتنا موثر اور مفید ہے بغیر بنیادی معلومات کے اس کا استعمال اتنا ہی خطرناک ہے۔

جس سوچ اور نیت کے ساتھ جس ٹیکنالوجی کا استعمال کیا جائے گا اس کے ویسے ہی اثرات اور ثمرات ظاہر ہوں گے، مختلف دھاتوں سے جان لیوا ہتھیار بھی بنتے ہیں اور جان بچانے والے اوزار بھی بنتے ہیں، کمپیوٹر کے دروازے سے آپ علم کی دنیا میں بھی داخل ہو سکتے ہیں اور جرم کی دنیا میں بھی۔ ٹیکنالوجی کے استعمال کے پیچھے جو سوچ، خواہش، تربیت اور

عزم ہوتا ہے اسی کے اثرات اور نتائج ہوتے ہیں۔

تین اہم بنیادی اصول

سوشل میڈیا ہو یا کوئی بھی ٹیکنالوجی، اس کے استعمال کے لئے کیلئے تین چیزیں اہم ہیں:

(۱)تربیت و تکنیکی مہارت (۲)ٹھوس معلومات

(۳)اخلاقیات

اگر آپ کسی ٹیکنالوجی کے استعمال کی تربیت سے ناواقف ہیں تو اس کا نقصان یقینی ہے۔ مثال کے طور پر جدید ہتھیار جو فوج ملکوں ا رقوموں کے دفاع کے لئے استعمال کرتی ہے تو استعمال کرنے والے اس کی مناسب تربیت حاصل کرتے ہیں اور انہیں سکھایا جاتا ہے کہ یہ ہتھیار دشمن پر کیسے استعمال کرنا ہے۔ اگر تربیت اور مہارت کے بغیر وہ ہتھیار استعمال کرنے کی کوشش کی جائے گی تو اپنے قرب و جوار میں موجود لوگوں کے لئے بھی جان لیوا ثابت ہوسکتا ہے۔ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ اسلحہ کا بغیر تربیت کے استعمال کرنے والے بسا اوقات اپنے ہی لوگوں کی جان لے بیٹھتے ہیں۔ اسی طرح تکنیکی مہارت اور ٹھوس معلومات کے بغیر ٹیکنالوجی کا استعمال مضر رساں ہے۔ ٹیکنالوجی کے استعمال میں اخلاقیات بہت اہم ہے، جیسے میں نے ابھی ایک مثال دی کہ اسلحہ کی تربیت کے بغیر اس کا استعمال جان لیوا ہے، اسی طرح ایک سپاہی کو یہ بھی سکھایا جاتا ہے کہ یہ ہتھیار کب اور کس کے خلاف استعمال کرنا ہے اور کن ناگزیر حالات میں اس کا استعمال بروئے کار لانا ہے۔

ایک کارکن کی بنیادی ذمہ داری

سوشل میڈیا کے ذریعے فی زمانہ سیاسی، سماجی، معاشی، تعلیمی، نظریاتی،فکری جنگیں لڑی جارہی ہیں، سوشل میڈیا کا میدان ایک جنگ کا میدان بن چکا ہے، ہر آدمی اپنے اسلحے اور اپنے مقصد سمیت اس میدان جنگ کا حصہ ہے۔ جب کوئی شخص کسی تنظیم یا تحریک کا ترجمان یا نمائندہ ہوتا ہے تو سوشل میڈیا پر متحرک ہوتے ہوئے اس کی کچھ بنیادی ذمہ داریاں ہوتی ہیں کیونکہ عہدیدار ہوتے ہوئے وہ ذاتی حیثیت میں اظہار خیال نہیں کررہا ہوتا، وہ اپنی جماعت کا یا اپنی تحریک کا یا اپنے ادارے کا نمائندہ اور ترجمان ہوتا ہے۔ اس ترجمان کے ذاتی کردار سے اس کی جماعت اور اس کے ویژن کے بارے میں لوگ رائے قائم کرتے ہیں، جیسے ایک مقبول عام محاورہ ہے کہ دیگ کے ایک چاول کے دانے سے پوری دیگ کی کوالٹی کا اندازہ ہو جاتا ہے، اسی طرح کسی بھی جماعت کے ایک ذمہ دار کارکن سے اس کی پوری جماعت کے نظریاتی، فکری خدوخال کے بارے میں بھی لوگ اندازہ کرلیتے ہیں۔

سوشل میڈیا پر مخرب الاخلاق رویے

آج ہم سوشل میڈیا پر مختلف جماعتوں، تحریکوں، اداروں کے لوگوں کو اظہار خیال کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ان میں اخلاقیات نام کی کوئی چیز ہمیں نظر نہیں آتی۔ گالی کی زبان استعمال کی جاتی ہے، ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالی جاتی ہیں، مخالفین کا تمسخر اڑایا جاتا ہے، تہمتیں لگائی جاتی ہیں، اپنی معلومات اور الفاظ کا استعمال دوسروں کی تذلیل کے لئے بروئے کار لایا جاتا ہے، تفرقے، تشدد، منافرت کے جذبات ابھارے جاتے ہیں، تقسیم اور انتشار پیدا کیا جاتا ہے۔ سوشل میڈیا کے جدید ٹولز کو فساد فی الارض کے لئے استعمال کیا جارہا ہے، لوگوں کی ذاتی زندگی کو برباد کیا جاتا ہے، چادر اور چار دیواری کے تقدس کی پامالی عام ہے۔ میں مختصر الفاظ میں کہوں گا کہ ایک مسلمان تو کیا ایک عام انسان کا بھی یہ اخلاق نہیں ہوسکتا۔

تحریک کے کارکن کے اخلاقی رویے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ العالی کی پانچ دہائیوں پر مشتمل علمی، تربیتی جدوجہد نوجوانوں کے اخلاق سنوارنے کی جدوجہد ہے۔ شیخ الاسلام نے اپنے کارکنان کو

اپنی نجی زندگیوں میں بھی پاکیزگی اور طہارت اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے، سوشل میڈیا پر کسی کی پگڑی اچھالنے یا اپنی بات غیر مہذب انداز سے کرنے کو کیسے برداشت کیا جا سکتا ہے۔ الحمدللہ منہاج القرآن کے لوگ جس طرح ہر شعبے اور ہر معاملے میں دوسروں سے منفرد نظر آتے ہیں، اسی طرح منہاج القرآن کے سوشل میڈیا ایکٹیوسٹ بھی دیگر جماعتوں کے ایکٹیوسٹ سے مختلف نظر آتے ہیں۔ ناکردہ گناہوں کی پاداش میں جیلوں میں بند کیے جانے والے ہمارے اسیران بھی جیلوں میں گوشہ درود قائم کر کے درود و سلام کی خوشبوئیں عام کرنے لگ جاتے ہیں اور اپنی ایک انفرادیت کا اظہار کرتے ہیں۔

منہاج القرآن کی فکر آبِ رواں ہے

میری نظر سے مختلف تجزیہ نگاروں کے یہ پیغامات گزرتے رہتے ہیں کہ جس میں منہاج القرآن کے میڈیا ایکٹیوسٹ کے اخلاقی رویوں کی تعریف کی جاتی ہے۔ منہاج القرآن کا میڈیا ایکٹیویسٹ کبھی کسی کی پگڑی نہیں اچھالتا، اخلاق سے گری ہوئی زبان استعمال نہیں کرتا کیونکہ ان کے شیخ نے ان کی ایسی تربیت کی ہی نہیں۔ منہاج القرآن کی فکر ایک بہتا پانی ہے ،آبِ رواں ہے۔ بہتے ہوئے پانی میں کبھی تعفن پیدا نہیں ہوتا، تعفن ٹھہرے ہوئے پانی میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ قیامت تک کیلئے ایک تجدیدی و اصلاحی تحریک ہے، اس میں لوگ آتے رہیں گے اور اپنے اپنے حصے کی خدمت انجام دیتے رہیں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اخلاقی تربیت کا سلسلہ جاری و ساری رہے اور نئے آنے والوں کو رہنمائی ملتی رہی، سوشل میڈیا کی آمد کے بعد اس کی اہمیت کئی گنا بڑھ گئی ہے۔

اصلاح کی آڑ میں تنقید اور تضحیک

یہاں ایک اور بات قابل ذکر ہے جس پر آج کی اس ورکشاپ اور سیشن میں شامل تمام ممبران کو پوری توجہ سے سماعت کرنی ہے، جس کا تعلق ڈسپلن اور نظم و ضبط سے ہے۔ بعض لوگ جو تحریک میں کسی نہ کسی سطح پر خدمت انجام دے رہے ہوتے ہیں اور بسااوقات اپنی ذاتی مصروفیات کے باعث وہ براہ راست ذمہ داریوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں یا باوجوہ ذمہ داریاں جاری نہیں رکھ پاتے اور پھر تحریک کے حوالے سے اصلاح کے نام پر کھلے عام اظہار خیال کرتے اور تجاویز دیتے نظر آتے ہیں،اس اظہار خیال میں بعض اوقات وہ تنقید اور پھر تضحیک کے دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں اور عام کارکنان کیلئے ان کی اصلاح کے نام پر کی جانے والی تنقید فکری انتشار اور کمزوری کا باعث بنتی ہے۔

مشاورت کا مطلب ہے کہ مسئلہ اس ذمہ دار کے ساتھ بند کمرے میں زیر بحث لایا جائے جس سے وہ متعلق ہے۔ غیر متعلقہ شخص کے ساتھ گفتگو کا مطلب سوائے انتشار پھیلانے کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ تجاویز کا تعلق بھی متعلقہ فورم سے ہے۔ اگر ایک فورم کی بہتری کیلئے سوشل میڈیا پر گفتگو کی جائے گی تو یہ تعمیر نہیں، تخریب ہے، اس سے خود بھی بچنا ہے اور ناسمجھی میں اس پریکٹس کا حصہ بننے والے کارکنان کو بھی سمجھانا اور بچانا ہے۔ ہرحال میں امیر کی اطاعت کو یقینی بنائیں۔ جیسے میں نے کہا کہ یہ تحریک آبِ رواں ہے ،آج آپ ہیں، کل کوئی اور ہو گا ،اپنی اپنی توفیقات کے مطابق سب نے حصہ ڈالنا ہے لیکن ایسا رویہ اختیار نہ کریں کہ کل کو آپ کو بھی ایسے ہی رویے کا سامنا کرنا پڑے اور پھر آپ اس کو پسند نہ کریں۔

تصدیق کے بغیر تشہیر سے گریز

چونکہ آج کا یہ سیشن سوشل میڈیا سے متعلق ہے تو میں اس بارے میں آپ سے کہوں گا کہ سوشل میڈیا پر کوئی بھی خبر لے جانے سے پہلے اس بات کی تصدیق کر لیں کہ آیا مرکز کے سوشل میڈیا کی طرف سے وہ معلومات جاری کی گئی ہیں یا نہیں؟ اگر کسی خبر کے متعلق آپ کے پاس براہ راست تحریری معلومات نہیں پہنچیں تو آپ مرکز کے آفیشل سوشل میڈیا پیجز کو وزٹ کریں، منہاج القرآن انٹرنیشنل کا پیج وزٹ کریں، شیخ الاسلام کا پیج وزٹ کریں، اسی طرح مرکزی عہدیداروں کے پیج

وزٹ کریں اگر وہ معلومات ان پیجز پر نہیں ہیں تو پھر ان غیر تصدیق شدہ خبروں کو آگے مت پہنچائیں جو آپ کو کسی نے کان میں کہی ہیں۔ کانوں میں کہی ہوتی باتوں کو پبلک کرنے سے بچنا ہے کیونکہ ایسی خبروں میں اکثر شر اور فساد ہوتا ہے۔

جدید ٹیکنالوجی کا استعمال اور اس کی تربیت

میں چاہتا ہوں کہ تمام فورمز اپنے اپنے سوشل میڈیا ایکٹیویسٹ کی ٹریننگ کریں، یہ دور ڈیجیٹل میڈیا کا دور ہے۔ شیخ الاسلام نے ہمیشہ تحریک کے پیغام کے فروغ کے لئے جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال کیا ہے، تحریک منہاج القرآن نے اس وقت کمپیوٹر کا استعمال شروع کر دیا تھا جب بڑے بڑے سرکاری دفاتر میں ٹائپ رائٹر استعمال کیا جاتا تھا۔ منہاج القرآن کی ویب سائٹس بھی سب سے پہلے بنیں، ہمیں آئندہ بھی اپنے آپ کو جدید ڈیوائسز اور جدید ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ رکھنا ہے۔ اپنے سوشل میڈیا نیٹ ورک کو مضبوط بنائیں اور تحریک اور قائد تحریک کی فکر کو سوشل میڈیا کے ذریعے ہر آنکھ اور ہر گھر کے اندر پہنچانا ہے۔ جو بھی جدید ٹولز مستعمل ہیں اور آگے جا کر ایجادات ہو سکتی ہیں ان پر بھی پوری نظر رکھنی ہے۔ دعوت اور مشن کے فروغ کیلئے کوئی خانہ خالی نہیں چھوڑنا۔

منہاج القرآن کی فکر کا مرکز و محور: قرآن

تحریک منہاج القرآن کی فکر کا مرکز و محور اللہ کی پاک کتاب اور حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔ ہمارا ہر عمل، ہر اقدام قرآن اور سنت مطہرہ کے تابع ہے۔ ہم اپنی فکری رہنمائی قرآن مجید سے لیتے ہیں۔ آیئے سوشل میڈیا کی بنیادی اخلاقیات بھی ہم قرآن مجید سے لیتے ہیں کہ قرآن کے نزدیک ایک مومن کا اخلاق کیسا ہونا چاہیے، اس کے بارے میں اللہ رب العزت نے جگہ جگہ ارشادات فرمائے ہیں اور اس حوالے سے سورۃ الحجرات میں شرح و بسط کے ساتھ ایک مسلمان کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں، یہی اوصاف ایک سوشل میڈیا ایکٹیویسٹ کا کوڈ آف کنڈکٹ بھی ہیں۔ آیئے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ اخلاقیات سے کیا مراد ہے اور قرآن و سنت میں اخلاقی رویوں کو کس انداز میں زیر بحث لایا گیا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ بندہ مومن سے اظہار بیان اور دیگر معاملات زندگی میں کس نوع کے اخلاقی رویوں کا تقاضا کرتے ہیں۔

بغیر تحقیق کے خبر مت پھیلاؤ

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ ’’اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (شخص) کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤo‘‘ (الحجرات، ۴۹:۶)

آج کل بغیر تحقیق کے الزام تراشی کی جاتی ہے، تہمتیں لگائی جاتی ہیں اور اسے آزادیٔ اظہار کا حق سمجھا جاتا ہے، اخبارات، ٹیلی ویژن اور بالخصوص سوشل میڈیا پر کسی کی شخصیت پر کیچڑ اچھالا جاتا ہے اور اگر کوئی ردعمل دے تو کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے موقف دے دیں، جو میری رائے تھی میں نے اسے بیان کرنے کے حوالے سے اپنا حق استعمال کیا۔ یہ ہرگز آزادی اظہار کا حق نہیں ہے۔ قرآن نے ایک اصول دے دیا کہ جب کوئی شخص جس کے قول و فعل میں تضاد ہے اور سچ بولنے کے حوالے سے اس کی شہرت بھی اچھی نہیں ہے، اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ سوشل میڈیا ایکٹیوسٹ قرآن کے اس اصول کو سختی سے پکڑ لیں، سنی سنائی باتوں کو آنکھیں بند کر کے شیئر مت کریں۔ کوئی شخص اگر گمراہ ہوتا ہے یا اس غیر مصدقہ معلومات کے تناظر میں کوئی غیر قانونی، غیر اخلاقی یا غیر شرعی حرکت کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کا ذمہ دار اس جھوٹی خبر کو پھیلانے والا بھی ہوگا۔ سورۃ الحجرات میں اللہ نے یہ بھی فرمایا ’’(ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو‘‘، یعنی لاعلمی میں بھی کسی کو تکلیف دینا قرآن اور شرعی تناظر میں گناہ ہے۔ قرآن نے اس سے بچنے کی ہدایت کی ہے۔ قرآن مجید میں یہ بھی فرمایا گیا کہ غیر تصدیق شدہ خبر کے بعد

اگر کسی کو نقصان پہنچے گا تو اس سے آپ بھی شرمندہ ہوں گے تو اس شرمندگی سے بھی بچو چونکہ مومن کی ایک پہچان قول سدید ہے یعنی مومن جب بھی بات کرتا ہے تو پختہ بات کرتا ہے اس کی بات میں ''اگر''، ''مگر'' یا جھول نہیں ہوتا۔ یہ ''اگر''، ''مگر'' اس وقت ہی انسان کی زبان سے نکلتا ہے جب اس کی تحقیق کی جاتی ہے۔ تحقیق سے انسان کو اعتماد اور سچ بولنے کی طاقت ملتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ انہیں حضرت ابو سفیانؓ نے بتایا'' ہرقل نے ان سے کہا کہ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ وہ (نبی ﷺ) تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے۔ اس سوال پر انہوں نے بتایا کہ وہ نماز، سچ بولنے، پاک دامن رہنے، وعدہ پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ اس نے کہا کہ نبی کی صفت یہی ہوتی ہے''۔

یہاں ہمیں ایک مسلمان کے باکردار ہونے کی پانچ اہم خصوصیات ملتی ہیں: ۱۔ نمازی ۲۔ سچا ۳۔ پاک دامن ۴۔ امانت دار ۵۔ وعدے کا پکا۔

یہ خصوصیات انبیاء و صالحین کی ہیں۔ ہمیں اپنے معاملات زندگی میں ان پانچ خصوصیات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔ جب مسلمان کی سچ بولنے کی عادت پختہ ہو جائے تو اس کی زندگی ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہو جاتی ہے۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ ''سچ کو اپنے اوپر لازم کر لو، بے شک سچائی آدمی کی بھلائی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور بھلائی جنت کی طرف لے جاتی ہے''۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا '' تم مجھے 6 چیزوں کی ضمانت دے دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں:

۱۔ جب تم گفتگو کرو تو سچ بولو

۲۔ جب وعدہ کرو تو پورا کرو

۳۔ جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اسے ادا کرو

۴۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو

۵۔ اپنی نگاہوں کو جھکا کر رکھو

۶۔ اپنے ہاتھوں کو برائی اور ظلم کی طرف بڑھنے سے روکو'

یہ 6 اصول آج کے سوشل میڈیا ایکٹوسٹ کی زندگی کا جزو لاینفک ہونے چاہئیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''کسی شخص کی نماز اور اسکے روزوں کی طرف نہ دیکھو بلکہ اس کی طرف دیکھو جو بولے تو سچ بولے اور جب اسے امانت سونپی جائے تو اسے ادا کرے۔ سورۃ الحجرات کو باربار پڑھا جائے اسکے اندر ایک کامیاب زندگی کے سارے اصول موجود ہیں۔

آج کل سوشل میڈیا پر جو برائیاں عام ہیں اس کی سورۃ الحجرات میں نشاندہی بھی کی گئی ہے اور ان سے بچنے کا حکم بھی دیا گیا ہے یعنی ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑاؤ، طعنہ زنی مت کرو، ایک دوسرے کے برے نام مت رکھو، بدگمانی سے بچو، عیب جوئی نہ کرو، غیبت نہ کرو، عقل و حکمت کا دامن کبھی نہ چھوڑو، تکبر سے بچو، نیکی پھیلاؤ برائی کو روکو۔

سوشل میڈی ایکٹوسٹ ان تمام نصیحتوں کو پلے باندھ لیں اور روایتی میڈیا مہمات سے دور رہیں۔ منہاج القرآن کا کارکن اپنے مزاج، کردار اور عادتوں و اطوار میں باقی تمام جماعتوں اور تحریکوں سے مختلف ہے۔ تشہیر ہماری ضرورت نہیں ہے، جہاں غیر ضروری تشہیر ہوگی وہاں تقصیر ہوگی۔ ہمارے قائد شیخ الاسلام نے زندگی بھر اخلاق سنوارنے پر محنت کی ہے، حالات جیسے بھی ہوں دینی و اخلاقی اقدار کو کبھی خود سے الگ نہیں ہونے دینا اور سوشل میڈیا پر انٹرایکٹ کرتے وقت اخلاقی اقدار کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا ہے۔ گالی کا جواب گالی سے دینا ہماری تربیت ہے اور نہ ضرورت۔ حق بات کو کرنے کے لئے طنز اور تحقیر کا لہجہ اختیار کرنا ضروری نہیں ہے۔ شیخ الاسلام بارہا متنازعہ علمی امور پر گھنٹوں خطابات کر چکے، ان کے پورے خطاب میں کبھی کسی مخالف کا تذکرہ تک نہیں آیا، وہ صرف حق بیان کرتے ہیں، حق بیان کرنا اور دوسروں کی تحقیر کرنا دو جدا جدا عمل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنی میں دین مبین کی خدمت بجا لانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

❁❁❁❁❁

زیرِ سرپرستی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

زیرِ نگرانی ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز

(لاہور بورڈ سے الحاق شدہ)

میٹرک اور انٹرمیڈیٹ پاس طلباء کے لیے آن لائن

داخلہ جاری ہے

آن لائن داخلہ رجسٹریشن کے لئے براہ کرم ویب سائٹ دیکھیں

www.cosis.edu.pk

وٹس ایپ نمبر : 0300-2130056

مزید معلومات کے لئے نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کریں

علوم شریعہ

- الشہادۃ الثانویہ
- الشہادۃ العالیہ
- الشہادۃ العالمیہ

علوم عصریہ

- ایف اے، آئی سی ایس
- بی ایس اسلامک سٹڈیز
- بی ایس عریبک
- بی ایس اسلامی بینکنگ اینڈ فنانس
- بی ایس اکنامکس

ایم فل ۔ پی ایچ ڈی

- اسلامیات/عربی

نمایاں خصوصیات

- علوم شریعہ اور علوم عصریہ کا حسین امتزاج۔
- قرأت، نعت، تقریر و تحریر پر خصوصی توجہ۔
- اخلاقی اور روحانی تربیت پر خصوصی توجہ۔
- اعلیٰ تعلیم یافتہ اور فارن کوالیفائیڈ فیکلٹی۔
- جامعۃ الازہر مصر میں سکالرشپ۔
- ۸۰ فیصد سے زائد نمبرز حاصل کرنے پر فیس میں خصوصی رعایت۔
- فارغ التحصیل طلباء کے لیے اندرون اور بیرون ملک ملازمت کے مواقع۔
- جدید کمپیوٹر لیب اور لائبریری۔
- سپورٹس کی بہترین سہولیات۔
- ہاسٹل اور میس کی سہولت۔

داخلہ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ
5 اگست
2020

کلاسز کا آغاز
10 اگست
2020

042-35166991 0300-2130056 042-35171651 0303-4825351

365۔ ایم بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور

info@cosis.edu.pk COSISofficial / Jimqofficial

www.cosis.edu.pk jamiaislamiaminhajulquran@gmail.com